فروری ۱۹۷۳ء

ماہنامہ
الفرقان
ربوہ

فون 692

مدیر مسئول
ابو العطاء جالندھری

یدعون لک ابدال الشام

محترم جناب السید منیر آفندی الحصنی دمشق سے سالانہ جلسہ آخر دسمبر ۱۹۷۲ء میں شمولیت کے لئے تشریف لائے ۔ ان کی واپسی سے پہلے سیدنا حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالی بنصرہ نے ان کے اعزاز میں دعوت طعام دی ۔ پھر جمعیۃ الناطقین بالعربیۃ کی طرف سے انہیں ایک الوداعی پارٹی دی گئی ۔ اس پارٹی کے موقع پر وہ حضور ایدہ اللہ بنصرہ کے ساتھ بیٹھے ہیں

محترم السید منیر الحصنی اور ابوالعطاء جالندھری

جلسہ سالانہ آخر دسمبر ۱۹۷۲ء میں شرکت کے لئے محترم السید منیر الحصنی المحامی امیر جماعت احمدیہ شام ربوہ تشریف لائے تھے - آپ اس ملک کے اولین احمدیوں میں سے ہیں - آپکی عمر پچھتر برس ہے۔ آپ نے مصر - فلسطین اور شام میں پیغام حق پہنچایا ہے - آپکی متعدد تصنیفات بھی ہیں - حضرت مولانا جلال لدین صاحب شمس رضی اللہ عنہ کے وقت میں داخل سلسلہ ہوئے انہیں سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب رضی اللہ عنہ کی ایوبی کالج میں شاگردی کا بھی فخر حاصل ہے میرے قیام بلاد عربیہ میں انہوں نے بہت تعاون فرمایا - جزاہ اللہ خیراً - فوٹو میں خاکسار کے ساتھ بیت العطاء ربوہ کے سامنے کھڑے ہیں — ابوالعطاء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلد ۲۳
شمارہ ۲

الفرقان

فروری ۱۹۷۳ء

محرم الحرام ۱۳۹۳ ہجری قمری
تبلیغ ۱۳۵۲ ہجری شمسی

الفہرست

- مقامِ خاتمیت کی حقیقت — ایڈیٹر — ص ۱
- شذرات — " — ص ۴
- تضمین حقائق (نظم) — جناب چوہدری شبیر احمد صاحب — ص ۷
- غمِ فردا (نظم) — جناب نسیم سیفی صاحب — ص ۸
- البیان —— ابو العطاء — ص ۹
  (سورۃ الانعام ع کا ترجمہ و مختصر تفسیر)
- درس الحدیث —— جامعی نظام — ص ۱۲
  محترم مولانا عبد المالک خان صاحب
- دلنوازی کا حیرت انگیز رویہ (نظم) — ص ۱۴
  جناب چوہدری عبد السلام صاحب اختر ایم اے
- گر تو نے کی نہ خدمتِ خلقِ خدا تو کیا کیا (نظم) — ص ۱۶
  محترم مولانا محمد صدیق صاحب امرتسری جزائر فجی
- غلبۂ اسلام کی آسمانی سکیم —— ص ۱۷
  (پادری مسلمانوں کو کس طرح گمراہ کیا کرتے تھے)
  جناب خان محمد عیسیٰ جان صاحب کوئٹہ
- بنی اسرائیل اور حضرت عیسیٰؑ کے ہندوستان آنے کا ذکر — ص ۲۷
  (بھوشیہ پران کے حوالہ کی نئی تحقیق)
  جناب شیخ عبد القادر صاحب محقق - لاہور

تبلیغی و تعلیمی مجلہ

الفرقان

فروری سنہ ۱۹۷۳ء

فون: - ۶۹۲

مدیر مسئول

ابو العطاء جالندھری

مجبوری!

کاغذ کی غیر معمولی گرانی کے باعث ماہنامہ الفرقان تقریباً اڑھائی ہزار روپے کا زیر بار ہو گیا ہے اسلئے مجبوراً کچھ صفحات کم کئے جا رہے ہیں۔ احباب خاص تعاون فرمائیں

(ابو العطاء جالندھری)

سالانہ اشتراک

پاکستان ... ... آٹھ روپے
بیرونی ممالک - بحری ڈاک ایک پاؤنڈ
" " ہوائی ڈاک دو پاؤنڈ

قیمت فی رسالہ اسی پیسے

ترسیل زر بنام مینیجر الفرقان ربوہ

مقامِ خاتمیّت کی حقیقت

خاتم الانبیاء ــــ ہی ــــ خاتم الاولیاء ہیں

ــــ محقق صوفیاء کا نہایت لطیف نکتہ ــــ

اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بلند ترین مرتبۂ خاتمیت عطا فرمایا اور آپؐ کو خاتم النبیین قرار دیا۔ خاتمیتِ محمدیہ اُمت کے علمائے محققین، صوفیاء اور دیگر اہلِ نظر و فکر اصحاب کے لئے ایک نقطۂ مرکزی قرار پا گئی۔ بعض محقق صوفیاء نے اس بارے میں بہت لطیف تحقیق کی ہے۔

اس وقت ہمارے سامنے تیسری صدی ہجری کے مشہور صوفی امام ابوعبداللہ محمد بن علی بن الحسن الحکیم الترمذی کی دو[۲] تصنیفات "کتاب الریاضۃ اور کتاب ادب النفس" مطبوعہ مصر ۱۹۴۷ء موجود ہیں۔ زیرِ نظر مجموعہ کو المعہد الاسلامی الثقافی لندن کے سیکرٹری ڈاکٹر علی حسن عبدالقادر اور جامعہ لندن کے عربی زبان کے استاد ڈاکٹر آربری نے بڑے اہتمام سے شائع کیا ہے۔ کتابوں کے شروع میں بتیس[۳۲] صفحات کا ایک دیباچہ ہے۔ فاضل ناشرین نے اپنے مقدمہ میں امام ابوعبداللہ الحکیم الترمذی کے حالاتِ زندگی اور ان کی بیالیس[۴۲] تالیفات کا عمومی تذکرہ فرمایا ہے۔ انہوں نے بلند پایہ صوفی الحکیم الترمذی کی نایاب کتاب "خاتم الاولیاء" کے بکصد بیس عنوانات کی دلچسپ تفصیل دی ہے۔ یہ فہرست انہوں نے استنبول کے کتب خانہ کے مخطوطہ نمبر ۳۷۵ سے لی ہے۔

فاضل ناشرین نے اپنی اس تحقیق کا بھی ذکر کیا ہے کہ مشہور امامِ تصوف ابن عربیؒ نے امام الحکیم الترمذی کے نکتہ ہائے تصوف کو بڑی حد تک اپنایا ہے۔ ان نکات میں ایک عظیم نکتہ خاتم الاولیاء اور اس کے معنوں کا ہے۔ ہر دو ناشرین نے ثابت کیا ہے کہ ابن عربیؒ سے پیشتر امام الحکیم الترمذی کے نظریۂ ولایت کی ابوعثمان الہجویریؒ نے "کشف المحجوب" میں بھی تشریح کی ہے۔

ہر دو فاضل ڈاکٹر صاحبان نے لکھا ہے کہ اگرچہ ابن عربیؒ اپنے آپ کو خاتم الاولیاء سمجھتے تھے مگر امام الحکیم الترمذی کا خیال یہ تھا کہ:۔

"اِنّ محمّداً خاتم الاولیاء کما
هو خاتم الانبیاء"

کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح خاتم الانبیاء ہیں اُسی طرح درحقیقت آپؐ ہی خاتم الاولیاء بھی ہیں۔

اس سلسلہ میں مقدمہ میں امام الحکیم الترمذی کا مذہب یوں بیان ہوا ہے:۔

"وکما انّ النبوّة تمثّل دائرة متألفة فی الخارج من نقط وجود الانبیاء کاملة بوجود النقطة المحمدیّة فالولایة ایضاً دائرة متألّفة فی الخارج من نقط وجود الاولیاء کاملة بوجود النقطة التی تختم بها الولایة فالنبوّة لها خاتم یکملها

والولایة کذلک لها خاتم یکملها۔ هذا هو السبب فی وجود الخاتم و بقی ان نعرف ما هو الخاتم؟ وظاهر کلام الترمذی ان الخاتم مقام یستحقه الولی حیث (یناوله مفاتیح الکرم و خزائن المنن) والمفروض علی هذا ان یکون محمد خاتم الاولیاء فهو صاحب المقام المحمود و صاحب المغفرة کما هو خاتم الانبیاء وعلی هذا یکون المراد بالخاتم الانسان الکامل۔" (مقدمہ کتاب الریاضۃ مطبوعہ مصر ۱۹۴۷ء صفحہ ۲۵)

ترجمہ: جس طرح **نبوت** ایک دائرہ ہے جو خارج میں نبیوں کے وجود کے نقطوں سے مرکب ہے اور نقطۂ محمدیہ کے وجود سے کامل ہوتا ہے اسی طرح **ولایت** بھی ایک دائرہ ہے جو خارج میں اولیاء کے وجود کے نقطوں سے مرکب ہے۔ یہ دائرہ نقطۂ خاتم الاولیاء سے کامل ہوتا ہے پس **نبوت** کے لئے بھی **خاتم** ہے جو اسے مکمل کرتا ہے اور **ولایت** کے لئے بھی خاتم ہے جو اسے مکمل کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خاتم کا موجود ہونا ضروری ہے۔

اب یہ باقی رہ گیا ہے کہ ہم جانیں کہ الخاتم کیا ہے؟ اور خاتم الاولیاء کون ہے؟ الحکیم الترمذی کے کلام سے بالبداہت ثابت ہے کہ خاتم الاولیاء ایسا مقام ہے جس کا مستحق کوئی ولی اُسی وقت ہو سکتا ہے جب اُسے یہ مرتبہ اللہ کریم اور منّان کے خزائن سے دیا جائے۔ پس جاننا چاہئیے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی صاحب مقام محمود اور صاحب المغفرت ہونے کی بناء پر خاتم الاولیاء ہیں جس طرح آپ خاتم الانبیاء ہیں۔ اس طرح الخاتم سے مراد انسان کامل ہوگا۔"

ہمارے نزدیک یہ اقتباس علمائے عصر حاضر کے لئے خاص توجہ کے قابل ہے۔ اس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر پہلو سے کامل اور ہر حُسن میں یکتا بیان کیا گیا ہے۔ اُمّتِ مُسلمہ کے اور عارفین نے بھی اس مفہوم یعنی **الخاتم بمعنی الکامل** کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں استعمال کیا ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانیٔ مدرسہ دیوبند نے بھی لکھا ہے:۔

"حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تمام مراتبِ کمال اسی طرح ختم ہو گئے جیسے بادشاہ پر مراتبِ حکومت ختم ہو جاتے ہیں۔ اسلئے جیسے بادشاہ کو خاتم الحکام کہہ سکتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم الکاملین اور خاتم النبیین کہہ سکتے ہیں۔" (رسالہ حجۃ الاسلام شائع کردہ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند صفحہ ۴۵)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی ایک رؤیا کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:۔

شذرات

(۱) پنجاب اسمبلی کا قابلِ استرداد مسوّدہ قانون

(الف) خبر ہے کہ:-

"مسلم لیگی ممبر میاں خورشید انور نے ایوان میں مسودہ قانون "تحریم بوسیدہ اوراق قرآن مجید" پیش کیا جس میں یہ تجویز پیش کی گئی ہے کہ کسی اخبار، رسالہ یا دوسری مطبوعات میں جب قرآن مجید کا حوالہ دینا مطلوب ہو تو قرآن حکیم کی آیات درج کرنے کی بجائے ان کا ترجمہ لکھا جائے۔ اگر کسی شخص کو کوئی ایسا کاغذ ملے جس پر قرآن مجید کی آیات درج ہوں تو وہ اسے اسلامی تعلیمات کے مطابق ٹھکانے لگانے کا ذمہ دار ہوگا تاکہ قرآن شریف کی حرمت قائم رہے۔ مسودہ قانون میں ایسے لوگوں کے لئے سزا تجویز کی گئی ہے جو کتاب اللہ کی حرمت کیلئے مجوزہ طریقہ کار اختیار نہیں کریں گے۔"

(روزنامہ مشرق لاہور ۲۶؍جنوری ۱۹۷۳ء)

(ب) حضرت امام جماعت احمدیہ سیدنا میرزا ناصر احمد صاحب ایدہ اللہ بنصرہ نے اس تجویز کی مضرت بیان کرتے ہوئے ۲۶؍جنوری ۱۹۷۳ء کو خطبہ جمعہ میں فرمایا:-

"اس تجویز کے محرک کو خود یہ تجویز فوراً واپس لے لینی چاہیئے کیونکہ اس کا پیش کرنا بھی قرآن مجید کی بے عزتی کے مترادف ہے۔ قرآن تو ہر مسلمان کی رُوح، زندگی اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہے وہ یہ کس طرح گوارا کر سکتا ہے کہ اس کی آیات کی اشاعت پر پابندی لگا دی جائے اور صرف آیات کے ترجمہ کو رواج دینے کی کوشش کی جائے۔"

(الفضل ۲۸؍جنوری ۱۹۷۳ء)

(ج) مدیر روزنامہ نوائے وقت لاہور نے لکھا کہ:-

"پنجاب اسمبلی میں ایک مسودہ قانون "تحریم بوسیدہ اوراق قرآن مجید" کے نام سے پیش کیا گیا ہے۔ جہاں تک اس مسودہ قانون کے نام اور مقصدِ تحریم کا تعلق ہے اس سے ہر مسلمان متفق ہے۔ لیکن مسودہ قانون میں ادب کی ایک حد یہ بھی تجویز کی گئی ہے کہ صوبہ پنجاب میں کسی اخبار، میگزین، رسالہ یا دیگر مطبوعات میں جب قرآن مجید کا حوالہ دینا مطلوب ہو تو قرآنِ پاک کی آیات کی جگہ ان کا ترجمہ درج کیا جائے اور اگر کوئی اخبار، کتابچہ یا رسالہ ایسا مضمون شائع کرے جس میں قرآنی آیات درج ہوں تو اس ناشر کو سزا کے طور پر چھ ماہ قید دی جائے، چھ ماہ

قید یا پانچسو روپے جرمانہ یا دونوں سزائیں !
اس "حدِ ادب" سے کسی مسلمان کو اتفاق نہیں ہو سکتا۔ بوسیدہ اوراق کا احترام اور حوالۂ قرآن دو علیحدہ باتیں ہیں۔ قرآن عربی زبان میں نازل ہوا اور اس کا حوالہ عربی متن میں ہی دیا جانا چاہیئے ورنہ جیسا کہ خود قرآنِ پاک نے بتایا ہے کہ پیغمبرِ اسلام اللہ تعالیٰ سے شکوہ کریں گے کہ میری اُمت نے قرآن کو چھوڑ دیا تھا وہی کیفیت "مہجوراً" پیدا ہو جائیگی۔ اس سے قبل بھی اُردو میں قرآن اور اُردو میں نماز کے شوشے کھڑے کئے گئے لیکن مسلمانوں کے اجتماعی ضمیر نے اسے قبول نہ کیا۔ اس مسودۂ قانون میں "ادب" کے نام پر متنِ قرآنی سے مسلمانوں کو مہجور رکھنے کی دانستہ نہیں تو نادانستہ کوشش کی گئی ہے اور کوئی مسلمان ممبر اسمبلی اس مسودۂ قانون کی اس شق سے اتفاق کی جرأت نہیں کر سکتا اسلئے قانون کے مسودے میں سے یہ شق حذف کر دینی چاہیئے۔ ممبرانِ اسمبلی کے علاوہ ملک کے علماءِ حق کو بھی ادھر توجہ دینی چاہیئے۔"

(روزنامہ نوائے وقت لاہور ۴ر فروری ۱۹۷۲ء)

(د) محرک مسودۂ قانون میاں خورشید انور نے قرارداد کی "وضاحت" کرتے ہوئے کہا کہ :-

"تحریم قرآنی آیات کے نام سے جو اسمبلی میں مسودہ پیش کیا گیا ہے اس کا مقصد صرف قرآنی آیات کا احترام ہے تاکہ اسکے اوراق کو ردی کے طور پر استعمال نہ کیا جائے اور گلیوں کوچوں میں اس کی بے ادبی نہ ہو۔ کتابوں وغیرہ میں اس کی اشاعت پر پابندی نہیں ہوگی موجودہ مسودہ میں ترمیم ضرور کر لی جائے۔"

(نوائے وقت ۵ر فروری ۱۹۷۲ء)

(ھ) فاضل مدیر الاعتصام لاہور نے اس "وضاحت" کے بعد تحریر کیا ہے کہ :-

"ہمارے نزدیک مسودے میں ترمیم نہیں اسے یکسر مسترد کرنے کی ضرورت ہے۔ قرآن و احادیثِ نبویہ کے عربی الفاظ میں خاص برکت و تاثیر ہے صرف ترجمے میں وہ روح و تاثیر اور نور و برکت باقی نہیں رہتی۔ بعض لوگوں کی بے احتیاطی سے اگر آیاتِ قرآنی کا استخفاف ہوتا ہے تو اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ اخبارات میں الفاظِ قرآن کی کتابت ہی ممنوع قرار دیدی جائے۔ اس طرح تو پھر نفسِ قرآن اور سیپاروں کی اشاعت بھی ممنوع ہونی چاہیئے ان میں بھی بے احتیاطی سے استخفاف کے یہ پہلو نکلتے رہتے ہیں اسلئے اس قسم کی قانون سازی عقل و شعور کا صحیح استعمال نہیں ہے۔"

(الاعتصام لاہور ۹ر فروری ۱۹۷۲ء)

الفرقان۔ محرک میاں خورشید انور کو چاہیئے کہ وہ ان معقول تبصروں کے بعد فوراً اپنے مجوزہ مسودۂ قانون کو واپس لے لیں۔ یہی اُن کے لئے بہتر طریق ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(۲) پادریوں کی جرأت کا پرانا افسانہ

مکرم ڈاکٹر عارف بٹالوی نے اپنی مشہور کتاب "تاریخ مسلم لیگ" میں لکھا ہے کہ:-

"۱۸۵۵ء میں پادری ایڈمنڈ نے کلکتہ سے ہندوستانی معززا اور سرکاری ملازمین کے نام ایک چٹھی لکھی جس میں واضح طور پر لکھا کہ اب حالات ایسے ہیں کہ تمہیں عیسائی مذہب اختیار کر لینا چاہیئے کیونکہ ہندوستان میں اب باقاعدگی سے انگریز حکومت کی عملداری ہے۔ چونکہ پورے ملک میں ایک حکومت ہے اسلئے پورے ملک کا مذہب بھی ایک ہی ہونا چاہیئے۔ اس پادری نے سب سے پہلے دینِ اسلام پر اعتراضات کی بوچھاڑ کی تھی۔ یہ پادری عربی اور فارسی علوم کی کتب دیکھ چکا تھا۔ لوگ سادہ لوح تھے اور اپنے مذہب سے ناواقفیت کی بناء پر اعتراضات کا صحیح جواب نہ دے سکتے تھے۔"

(تاریخ مسلم لیگ صہ ۱۹)

الفرقان۔ اسی حالت کا تقاضا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کسرِ صلیب کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ آپ کے پیش کردہ جوابات اور حقانیتِ اسلام کے دلائل کے سامنے پادری لاجواب ہوگئے۔ اب مسلمانوں کے نوجوان مبلغ اکنافِ عالم میں پادریوں کا تعاقب کر رہے ہیں۔ کیا یہ عظیم انقلاب اسلام کے غلبہ کا واضح ثبوت نہیں ہے؟

مقام خاتمیت کی حقیقت

(بقیہ از صہ ۳)

"ما رأیتُ وجهًا احسن منه فی الدنیا فهو خاتم الحسینین و الجمیلین کما انّهٗ خاتم النبیّین والمرسلین۔"

(آئینہ کمالاتِ اسلام صہ ۵۲۳)

کہ میں نے دنیا میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی کو حسین نہیں دیکھا۔ پس حضورؐ جس طرح خاتم النبیین والمرسلین ہیں اسی طرح آپ خاتم الحسینین والجمیلین بھی ہیں۔"

خاتمیتِ محمدیہ کا کتنا شاندار، کتنا دلربا اور کتنا پُرعظمت یہ تصور ہے۔ اے کاش! کہ لوگ اس پر غور کریں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی شان کو پہچانیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر مرتبۂ کمال کے خاتم ہیں۔ پس آپ خاتم الاولیاء بھی ہیں۔ اس سے بالبداہت ثابت ہوجاتا ہے کہ مقام خاتمیت کی اصل حقیقت کاملیت و افضلیت ہی ہے وما علینا الا البلاغ المبین۔

تضمین حقائق

(نتیجۂ فکر جناب الحاج چودھری شبیر احمد صاحب)
سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حسب ذیل مصرع کی روشنی میں

"از خدا یابند مردانِ خدا"
خدا کے بندے سب کچھ خدا سے ہی حاصل کرتے ہیں۔

آج پھر خدامِ دینِ مصطفےٰ
پڑھ رہے ہیں چار سُو صلِّ علیٰ

مہدیٔ مسعودؑ کا لے کر عَلَم
رفتہ رفتہ چھا رہے ہیں جا بجا

چومتی ہے ہر زمیں اُن کے قدم
جب وہ دیتے ہیں پیامِ جانفزا

قریہ قریہ ہو رہا ہے صبح و شام
مرتبہ ظاہر کلام اللہ کا

ہر جگہ وہ کامراں کیونکر نہ ہوں
جن کے سر پہ ہے خلافت کی رِدا

دشمنِ ناداں بڑا حیران ہے
دیکھ کر سامانِ تبلیغِ ھُدیٰ

اُس کو اے شبّیر کیا معلوم ہو
"از خدا یابند مردانِ خدا"

غمِ فردا

(محترم جناب نسیم سیفی صاحب)

خرد بھی ہوگئی وقفِ جنوں تو کیا ہوگا
بدل گئی جو ہر اک بات یوں تو کیا ہوگا

وہ میرے اشکِ ندامت سے ہی پشیماں ہیں
ٹپک پڑا جو نگاہوں سے خوں تو کیا ہوگا

مری خموشی طبیعت کا ہے ملال انہیں
کھلے گا اُن پہ جو حالِ زبوں تو کیا ہوگا

حرم کی راہ میں ہر گام ہے بتوں کا ہجوم
بتوں سے میں جو اُلجھتا رہوں تو کیا ہوگا

غرورِ حُسن بجا ہے مگر یہ سوچو تو
جو چل سکا نہ کسی پہ فسوں تو کیا ہوگا

یہ داستاں ہے وہی داستانِ اَزل
رہوں خموش تو کیا، مَیں کہوں تو کیا ہوگا

یہاں تو جیسے بھی ہوگی گزار ہی لیں گے
گئی جو ساتھ ہی دُنیائے دوں تو کیا ہوگا

زمانہ ساز نہ ہے اور نہ ہو سکے گا نسیم
چھپا سکا نہ وہ رازِ دروں تو کیا ہوگا

سُوْرَۃُ الْاَنْعَام ع

البَیَان

قرآن مجید کا سلیس اردو ترجمہ مختصر اور مفید تفسیری حواشی کے ساتھ

قُلْ اِنِّیْ نُہِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ ؕ

اے رسول! تو اعلان کر دے کہ مجھے ان معبودوں کی عبادت سے منع کیا گیا ہے جنہیں تم لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہو۔ اے رسول!

قُلْ لَّاۤ اَتَّبِعُ اَہْوَآءَکُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّ مَاۤ اَنَا مِنَ

تو کہدے کہ میں تمہاری خواہشات کے پیچھے نہیں چلونگا ورنہ تو اس صورت میں مَیں گمراہ ہوجاؤں گا اور ہدایت یافتہ لوگوں میں سے

الْمُہْتَدِیْنَ ○ قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَ کَذَّبْتُمْ بِہٖ ؕ

نہ رہوں گا۔ کہہ دے کہ مَیں اپنے رب کی طرف سے دلیل و برہان پر قائم ہوں اور تم اسے جھٹلاتے ہو۔

مَا عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِہٖ ؕ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ ؕ یَقُصُّ الْحَقَّ

جس (عذاب) کے لئے تم جلدی کرتے ہو وہ میرے ہاتھ میں نہیں ہے۔ فیصلہ کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ وہ حق بیان فرماتا ہے

تفسیر:- پہلی آیت میں بُت پرستوں سے کہا گیا ہے کہ یہ رسول باقی رسولوں کی طرح اللہ کی طرف سے ہدایت پر قائم ہے یہ اس بُت پرستی کو اختیار نہیں کر سکتا جو تم کر رہے ہو نیز یہ پیغمبر تمہارے خیالات اور خواہشات کی پیروی نہیں کر سکتا۔ تم رسول سے ایسی توقع نہ رکھو۔ کیونکہ اگر وہ تمہارے خیالات کے تابع ہوجائے تو وہ ہدایت سے بھٹک کر گمراہ ہوجائے گا اور یہ ناممکن ہے۔

دوسری آیت میں وضاحت کی گئی ہے کہ غلطی پر منکرین ہی ہیں کیونکہ رسول تو اپنے رب کی طرف سے **بیّنہ**، روشن دلیل پر قائم ہے۔ منکرین اس کی تکذیب کے مجرم ہیں۔ پھر یہاں تک جسارت کر رہے ہیں کہ ہم پہ جلد عذاب کیوں نہیں آتا۔ فرمایا کہ اس امر کا فیصلہ صرف اللہ تعالیٰ نے کرنا ہے وہ جب چاہیگا فیصلہ فرما دیگا۔

وَهُوَ خَيْرُ الْفَاصِلِينَ ○ قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ

اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ اے رسول! کہدے کہ اگر وہ (عذاب) میرے قبضہ میں ہوتا جس کے لئے تم جلدی کر رہے ہو

بِهٖ لَقُضِيَ الْاَمْرُ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ ○

تو میرے اور تمہارے درمیان یقیناً فیصلہ ہو چکا ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ہی ظالموں کو بہتر جاننے والا ہے۔

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي

اور اسی کے پاس غیب کے خزانے ہیں جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ وہ (تمام) خشکی اور تری کی سب

الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا

چیزوں کو جانتا ہے۔ درختوں سے کوئی پتہ بھی نہیں گرتا مگر اللہ کو اس کا علم ہے

تیسری آیت میں یہ اعلان ہے کہ اگر عذاب کا فیصلہ نبی نے کرنا ہوتا تو کب کا فیصلہ ہو جاتا مگر یہ فیصلہ تو اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے جو دلوں کو جانتا ہے اور سب انسانوں کا خالق و مالک ہے۔ وہ اپنے بندوں کو انتہائی مہلت کے بعد سزا دیا کرتا ہے اسلئے عذاب کا فیصلہ انبیاء نہیں کرتے اور نہ ان سے مطالبہ کرنا چاہیئے۔

چوتھی آیت کا مضمون یہ ہے کہ کُل کائنات اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ وہ ذرہ ذرہ سے واقف ہے۔ ہر چیز پر اسی کا قبضہ اور تصرف ہے۔ تمہاری نظروں سے جو چیزیں اوجھل ہیں وہ بھی اس کے علم میں ہی ہیں۔ ایسی ہی علیم و خبیر ہستی ہی کا حق ہے کہ وہ مجرموں کو عذاب دے۔ مجرموں کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ ایسی قادر و علیم ہستی کے قبضہ سے وہ باہر نہیں جا سکتے۔ وہ جب چاہے اُن کو سزا دے سکتی ہے اسلئے اس سے جلد عذاب مانگنا عقلمندی نہیں ہے۔

پانچویں آیت میں یہ صراحت کی گئی ہے کہ خدائے قادر کے قبضہ کا نمونہ روزمرہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آتا ہے۔ دن بھر تم کاروبار کرتے ہو اور پھر رات کو نیند کے لئے مجبور ہو جاتے ہو۔ تمہاری روحیں اللہ کے قبضہ میں آ جاتی ہیں۔

نیند کو عربی زبان میں موت کی بہن قرار دیا گیا ہے۔ اَلنَّوْمُ اَخُو الْمَوْتِ۔ اللہ تعالیٰ نے

حَبَّةٍ فِي ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ

زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ یا کوئی تر اور خشک چیز ایسی نہیں جو اللہ کی کھلی کتاب ، اس کے قانون اور

كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا

علم میں نہ ہو۔ اللہ ہی ہے جو رات کے وقت میں تمہاری روحوں کو قبض کرتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ

جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰى اَجَلٌ مُّسَمًّى ج

تم نے دن میں کیا کام کئے تھے پھر وہ دن میں اسی دور میں تم کو اٹھاتا رہتا ہے جس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ تمہاری (ٹھہری) مدت مقرر پوری

ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ ع ۵ ۱۴

پھر اسی کی طرف تمہارا واپس ہونا ہوگا اور پھر وہ تم کو تمہارے اعمال سے آگاہ کرے گا۔

يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ کے روزمرہ کے مشاہدہ کو پیش کرکے توجہ دلائی ہے کہ تم عذاب میں جلدی نہ کرو تم تو بہر حال ہمارے قبضۂ قدرت میں ہو۔ توفی کے معنے قبض روح کے ہیں۔ فرمایا یہ روزانہ کی نیند اللہ کے قبضہ کی ایک دلیل ہے۔

آخر پر فرمایا کہ آخر کار تم نے اللہ کے پاس ہی جانا ہے اور وہ تمہیں تمہارے اعمال کے مطابق جزا و سزا دے گا۔ اس رکوع کی آخری آیت وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ میں ایک طرف اللہ تعالیٰ کی قدرت اور بندوں کی عاجزی کا ذکر ہے اور دوسری طرف منکرین کو توجہ دلائی گئی ہے کہ عذاب میں جلدی کا مطالبہ نہ کرو۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہر رات اس بات کا ثبوت ملتا رہتا ہے کہ انسانی ارواح اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ عربی زبان میں لفظ توفی انسانی ارواح کے قبضہ میں کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے اور یہ قبضہ دو طرح ہوتا ہے (۱) موت کے وقت مکمل قبضہ جس کے بعد روح اس جسم اور اس دنیا کی طرف لوٹ کر نہیں آتی (۲) نیند کے وقت عارضی قبضہ جس کے بعد ارواح اپنے اجسام کی طرف واپس آجاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰى اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ (الزمر ع) کہ اللہ ہی انسانی ارواح کو موت کے وقت قبض کرتا ہے اور جن پر ابھی موت نہیں آئی انہیں نیند میں قبض کرتا ہے جن ارواح پر موت وارد ہو جائے انہیں روک لیتا ہے اور دوسری روحیں یعنی نیند والی انہیں مقررہ مدت پوری کرنے کیلئے دنیا میں واپس بھیج دیتا ہے۔ اس میں غور کرنے والی قوم کے لئے نشانات ہیں

درس الحدیث

جماعتی نظام کی تاکید

(محترم مولانا عبد المالک خان صاحب ناظر اصلاح وارشاد)

عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله لا يجمع امتي او قال امة محمد صلى الله عليه وسلم على الضلالة ويد الله على الجماعة ومن شذّ شذّ في النار۔ (الترمذی)

ترجمہ:۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یقیناً اللہ تعالیٰ میری اُمت کو یا حضورؐ نے یہ فرمایا کہ امتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو گمراہی پر جمع نہ کریگا اور اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہے اور جو جماعت سے علیحدہ ہُوا وہ آگ میں ڈالا گیا۔

تشریح:۔ اِس حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اُمتِ محمدیہ کی بابت تین امور بیان کئے گئے ہیں پہلا امر تو یہ بیان ہُوا کہ اُمتِ محمدیہ پر کوئی زمانہ ایسا نہ آئے گا کہ مجموعی طور پر یہ اُمت گمراہ ہو جائے۔ قرآن کریم اور دوسری احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اُمت کی ہدایت و راہ نمائی کے لئے ہر صدی پر مجدد آتے رہیں گے جو اُمت کے فائدہ کے لئے دین کی ہدایتوں کو تازہ کرتے رہیں گے اور اگر کوئی زمانہ ایسا آیا جبکہ اُمت کی اکثریت میں بگاڑ پیدا ہو اور جس کا امکان شریعت میں مذکور ہے تو اُس وقت خدا تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضۂ کمال کے ظہور کے لئے اور دین کو ترو تازہ کرنے کے لئے مسیح موعود اور مہدی معہود کو مبعوث فرمائے گا۔ نیز یہ بشارت بھی دی کہ آپؐ کی وفات کے بعد آپؐ کے انوار و کمالات کی توسیع کے لئے خلافۃ علی منہاج النبوۃ قائم ہوگی۔ پھر اس خلافت کے بعد ملوکیت اور ملوکِ جبابرہ کا دَور ہوگا۔ خدا تعالیٰ پھر آخری زمانہ میں خلافۃ علی منہاج النبوۃ قائم کریگا۔ اس کے بعد حضورؐ خاموش ہو گئے۔ جس سے ظاہر ہے کہ یہ خلافت دائمی ہوگی اور اس طرح ہر دَور میں خدا تعالیٰ اُمت کو ضلالت پر جمع ہونے سے بچاتا رہے گا۔ پھر فرمایا يَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ۔ یعنی الٰہی برکات کا نزول ہمیشہ جماعت پر ہوتا رہے گا۔

جماعت سے کیا مراد ہے؟ عام طور پر اس کا یہ مفہوم لیا جاتا ہے کہ افراد کے مجموعہ کو جماعت کہتے ہیں لیکن شریعت میں جماعت کا اطلاق ہمیشہ افراد کے اس مجموعہ پر بولا جاتا ہے جو **ایک امام** کے تابع ہوں چنانچہ نماز باجماعت اس نماز کو کہتے ہیں جو ایک امام کی سرکردگی میں ادا کی جائے۔ انفرادی نماز در میں بھی وہی کچھ پڑھا جاتا ہے جو نماز باجماعت میں پڑھا جاتا ہے اسکے باوجود ہم انفرادی نماز کو **نماز باجماعت** نہیں کہتے کیونکہ ہر نماز پڑھنے والا اپنے ارادہ سے نماز پڑھتا ہے جس کی وجہ سے ہر نمازی کی حرکات و سکنات جُدا جُدا ہوتی ہیں لیکن وہی نماز ایک امام کی اقتداء میں ادا کی جائے تو سب نمازی امام کی پیروی میں نماز ادا کرنے کی وجہ سے اپنی حرکات و سکنات میں یکسانیت رکھتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ جماعت کے مفہوم میں امام کی اقتداء لازم ہے۔ حضرت حذیفہؓ

سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو یہ حکم دیا کہ تَلْزَمُ الْجَمَاعَةَ وَ اِمَامَهُمْ۔ اے حذیفہ! جماعت اور اسکے امام کی پیروی ضرور کرنا۔ اس ارشاد سے بھی یہی ثابت ہے کہ جماعت کے مفہوم میں ایک واجب الاطاعت امام کی اقتداء لازم ہے پس جماعت کا مفہوم ایسے افراد کے مجموعہ پر صادق آئیگا جن کی تمام حرکات و سکنات اور ارادے امام کے تابع ہوں جو واجب الاطاعت ہو۔

مولانا ابوالکلام آزاد تحریر کرتے ہیں :۔

"کثرت سے وہ حدیثیں ملیں گی جن سے معلوم ہوگا کہ جماعت سے الگ ہو کر رہنے کو جو ایک بندھی اور سمٹی ہوئی جماعت کی شکل نہ رکھتی ہو اور کسی امیر کے تابع نہ ہو اسلام نے غیر اسلامی اور ابلیسی راہ قرار دیا ہے۔ انفرادی زندگی کو وہ زندگی ہی نہیں مانتا۔ اسلامی زندگی جماعت ہے۔" (رسالہ خلافت ص۳۲)

پھر لکھتے ہیں :۔

"اجتماع کے یہ خواص و اوصاف نہ تو حاصل ہو سکتے ہیں نہ قائم رہ سکتے ہیں جب تک کوئی بالاتر فعال و مدبر طاقت وجود میں نہ آئے اور وہ منتشر افراد کو ایک متحد اور منظم جماعت کی شکل میں قائم رکھے۔ پس ایک امام کا وجود ناگزیر ہوا .... اصل مرکز اس طاقت کا امام اعظم یعنی خلیفہ ہے۔ پھر ہر ملک کی ہر آبادی میں ہر گروہ میں اسکے ماتحت امام جماعت ہونا چاہیئے مسلمانوں کے کسی چھوٹے سے چھوٹے گروہ کیلئے بھی شرعاً جائز نہیں کہ بلا قیام امام کے زندگی بسر کریں حتّٰی کہ اگر تین مسلمان بھی ہوں تو چاہیئے کہ ایک ان میں سے امام تسلیم کر لیا جائے۔" (خلافت ص۹۹)

پھر لکھتے ہیں :۔

"پس جاہلیت کا دوسرا نام تفرقہ ہوا اور اسلام کا دوسرا نام جماعت اور التزام جماعت۔ قرآن و سنت نے بتلایا ہے کہ شخصی زندگی کے معاصی قوم کو یکایک برباد نہیں کر دیتے لیکن جماعتی زندگی کی معصیت کا تخم یعنی نظام جماعتی کا نہ ہونا ایسا تخم ہلاکت ہے جو فوراً بربادی کا پھل لاتا ہے اور پوری قوم کی قوم تباہ ہو جاتی ہے۔" (خلافت ص۱۹۱)

پھر لکھتے ہیں :۔

"پھر اس وقت اور ہمیشہ کے لئے راہ عمل یہی ہے کہ مسلمان سب سے پہلے اسلام کی جماعتی زندگی اختیار کر لیں۔"

پیارے دوستو! خواص الاشیاء کا مسئلہ دنیا کا مسلّم مسئلہ ہے یعنی یہ کہ خدا تعالیٰ نے مختلف اشیاء میں مختلف خاصیتیں رکھی ہیں۔ یہ حدیث نبوی بتاتی ہے کہ برکات سماوی کے حصول کی خاصیت جماعت کو حاصل ہے اسی لئے فرمایا مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ یعنی جس نے تفرقہ ڈالا اور جماعت سے علیحدہ ہوا تو وہ آگ میں ڈالا جائیگا۔ پس جماعت کی شیرازہ بندی سے علیحدگی ہلاکت کا موجب ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں :۔

"آج اگر کوئی شخص تفرقہ پیدا کرتا ہے اور جماعت کے اتحاد کو تباہ کرنے کے درپے ہوتا ہے تو وہ صرف تفرقہ پیدا نہیں کرتا بلکہ اسلام کو ضعف پہنچاتا ہے اور اسکی ترقی میں زبردست روک بنتا ہے۔" (الفضل یکم اگست ۳۷ء ص۱)

سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام

دلجوئی، دلنوازی اور اسلامی مساوات کا حیرت انگیز نمونہ!

محترم میاں نظام الدین صاحب لدھیانوی درویش کا حضرت مسیح پاک کے ساتھ ایک ہی پیالے میں کھانا کھانا

(جناب چودھری عبدالسلام صاحب اختر ایم۔ اے)

نگاہوں میں ہے اک آئینہ اوصافِ حجازی کا
بیاں کرتا ہوں اور واقعہ میں دلنوازی کا

نظیر اس کی نہ ہوگی بادشاہوں حکمرانوں میں
کہ یہ خود اک انوکھی داستاں ہے داستانوں میں

حضورِ مہدیٔ موعود۔ نقشِ نورِ قرآنی
بروزِ مصطفےٰ۔ ظلِّ نبیؐ۔ محبوبِ سبحانی

سرِ بالائے مسجد، شادماں تشریف رکھتے تھے
بہ محفل۔ درمیانِ دوستاں تشریف رکھتے تھے

کئی چھوٹے بڑے تھے شاملِ احباب کا شانہ
کہ خود نورِ نبوت تھا۔ شریکِ بزمِ جانانہ

اسی مجلس میں تھے اک دوست ساکن لدھیانے کے
کہ عاشق تھے مسیحِ قادیاں کے آشیانے کے

میاں کہلاتے تھے اور تھا نظام الدین نام اُن کا
ہوا کرتا تھا مسجد کی ہی قربت میں قیام اُن کا

تمنا اُن کے دل میں تھی اگر کوئی تو اتنی تھی
قریبِ مہدیٔ دوراں۔ جگہ مل جائے کچھ اچھی

شکستہ پیرہن۔ وارفتہ تن لیکن حسیں چہرہ
پراگندہ حجابوں میں بھی تابندہ جبیں چہرہ

وہ اکثر گردِ شمع۔ صورتِ پروانہ ہوتے تھے
بہ چشم و دل۔ نثارِ جلوۂ جانانہ ہوتے تھے

غریبی۔ بے کسی۔ بے چارگی۔ آزار و لاچاری
یہ تھیں سنگیں چٹانیں۔ جو تھیں راہِ عشق پر بھاری

مگر شوقِ فراواں تھا کہ ہرگز کم نہ ہوتا تھا
چراغِ شعلۂ اُلفت۔ کبھی مدھم نہ ہوتا تھا

---

[1] حوالے کے لئے دیکھیں "اصحاب احمدؐ" جلد چہارم "سیرت ظفر" صفحہ ۹۳

اُدھر مجلس کی یہ حالت تھی لوگ اَور آتے جاتے تھے ۔۔۔ جو آتے تھے وہ کوشش کرکے آگے بڑھتے جاتے تھے

نظام الدّین بیچارے ہجومِ عام میں آکر ۔۔۔ کبھی ہٹتے اِدھر آکر، کبھی ہٹتے اُدھر جاکر

توانائی پہ کمزوری کا کچھ بس چل نہ سکتا تھا ۔۔۔ نہاں تھا دل میں جو جذبہ وہ کھُل کر کھل نہ سکتا تھا

بالآخر جب کئی "شہ زور" آگے بڑھ کے جا پہنچے ۔۔۔ یہ پیچھے ہٹتے ہٹتے جُوتیوں کی حد تک آپہنچے

سسک کر رہ گئی ہر اک تمنّا ۔ وائے مجبُوری ۔۔۔ کہ لاچاری تو خود ہے منزلِ مقصود سے دُوری

اُدھر خلّاقِ عالم نے کرم کچھ ایسے فرمایا ۔۔۔ کہ کُل احبابِ مجلس کے لئے کھانے کا وقت آیا

دو رویہ ہو کے سب احباب کھانے کے لئے بیٹھے ۔۔۔ کہ کھانا آگیا تھا خود مسیحِ پاکؑ کے گھر سے

زہے تقدیرِ انسانی ۔ زہے انعامِ ربّانی ۔۔۔ زمیں پہ بہہ رہا تھا عرش کے انوار کا پانی

مسیحِ پاکؑ نے لیکن نظام الدّین کو دیکھا ۔۔۔ کہیں دُور ایک کونے میں اُنہیں بیٹھا ہوا پایا

معاً حضرت اُٹھے، پلّو سنبھالا اپنے دامن کا ۔۔۔ اُٹھائیں روٹیاں کچھ، اور پیالہ ایک سالن کا

کہا پھر "اے نظام الدّین بھائی، آپ اِدھر آئیں ۔۔۔ یہ روٹی ہے یہ سالن، آؤ ہم دونوں اِدھر کھائیں"

تبسّم تھا مشیّت کا عیاں اِک اِک نوالے سے ۔۔۔ کہ دونوں کھا رہے تھے مل کے کھانا ایک پیالے سے

خجالت تھی اُدھر ۔ ایوانِ سطوت کے مکینوں پر ۔۔۔ ندامت کے پسینے آئے جاتے تھے جبینوں پر

سرِ ہفت آسماں تھا جذبۂ مہر و وفا کیشی ۔۔۔ نہ اس سے پیشتر دیکھی تھی یہ توقیرِ درویشی

سلام اُس پر اخوّت کا سبق سکھلا دیا جس نے

مساواتِ محمّدؐ کا عَلَم لہرا دیا جس نے

گر تُو نے کی نہ خدمتِ خلقِ خُدا تو کیا کیا؟

(جناب مولانا محمد صدیق صاحب امرتسری ایم اے جزائر فجی)

اے دوست بھول کر بھی کسی کا نہ دل دُکھا　　اپنا ہو یا کہ غیر تُو ہر اک سے کر بھلا
ہاتھ اور زباں سے گر تری ہر اک بچا رہے　　ممکن نہیں کہ پھر کوئی تجھ سے خفا رہے
تیرے قلم سے بھی نہ کوئی دل ملول ہو　　پیشِ نظر سدا یہ حدیثِ رسولؐ ہو
کر غیر سے وہی جو ہو اپنے لئے پسند　　پہنچے کبھی نہ تجھ سے کسی کو کوئی گزند
دشمن کے واسطے بھی زباں پر دُعا رہے　　مسلک ہمیشہ تقویٰ و صدق و صفا رہے
لے بد دُعا کبھی نہ کسی بدنصیب کی　　مظلوم و بے گناہ کی، بیکس غریب کی
کرتا ہے جو بُرائی تو اُس سے بھلائی کر　　محتاج و بے نواؤں کی حاجت روائی کر
گالی بھی دے کوئی تو نہ زنہار ہو خفا　　بدلے میں اُس کے دے اُسے اپنی دلی دُعا
سب سے سلوکِ مہر و محبّت رُوا رہے　　ہر غم نصیب کا تُو سہارا بنا رہے
سائل جو در پہ آئے تو ہرگز بُرا نہ مان　　ہو جائے جو یتیم اُسے مت حقیر جان
ہیں تجھ پہ تیرے رب کے جو انعام بے شمار　　ممنونیت سے اُن کا کر اظہار بار بار
گر تُو نے کی نہ خدمتِ انساں تو کیا کیا　　بے سُود یونہی عمر کو اپنی گنوا دیا

مُسلم ہے وہ جو خدمتِ خلقِ خدا کرے
خالق کے بھی حقوق برابر ادا کرے

غلبۂ اسلام کی آسمانی سکیم

پادری کس طرح مسلمانوں کو گمراہ کیا کرتے تھے؟

(از جناب خان محمد عیسیٰ جان صاحب کوئٹہ)

یہ چالیس سال پہلے کی بات ہے۔ اس وقت میں احمدی نہیں تھا بلکہ مولویوں کی غلط بیانیوں کی وجہ سے مجھے اس جماعت سے سخت نفرت تھی۔ اُن دنوں میں اسلامیہ کالج میں تعلیم حاصل کر رہا تھا اور ہوسٹل میں میری رہائش تھی۔ ایک دن میں اپنے کمرہ میں چند دوستوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ دفعتاً کمرے کا دروازہ کھلا اور دو خوبرو لڑکیاں قیمتی ساڑھیوں میں ملبوس اندر داخل ہوئیں۔ ان کے پاس کچھ کتابیں اور چھوٹی سی صندوقچی تھی۔ انہوں نے سلام کیا اور بغیر اجازت اندر آنے کی معذرت کی۔ ہم حیرت کی نگاہ سے ان کی طرف دیکھ ہی رہے تھے اور کچھ بولنے کے لئے الفاظ ڈھونڈ رہے تھے کہ فوراً ہی انہوں نے ہمیں ایک ایک کتاب پکڑا دی۔ کتاب کی کتابت اور کاغذ جاذب نظر تھا اور ٹائیٹل پر حضرت مسیح کی خیالی خوبصورت رنگین تصویر تھی۔ ہم نے سمجھ لیا کہ یہ عیسائی ہیں جو ہمیں عیسائیت کی تعلیم دینے آئی ہیں۔

ان سے گفتگو کا آغاز یوں ہوا:-

مَیں :- کیا آپ عیسائی ہیں؟

لڑکیاں :- جی۔ ہم مسیحی ہیں۔

مَیں :- آپ کے ہاتھ میں یہ صندوقچی کیسی ہے؟

لڑکیاں :- اس میں ہم چندہ کی رقم ڈالتی ہیں اور شام کو اپنے فادر (پادری) کو دیتی ہیں۔

مَیں :- آپ کے فادر صاحب اس چندے کو کیا کرتے ہیں؟

لڑکیاں :- وہ کتابیں چھپواتے ہیں اور ہمیں مفت تقسیم کرنے کے لئے دیتے ہیں۔ یہ کتاب جو آپ کے ہاتھ میں ہے اسی چندہ سے ہے۔

مَیں :- کیا آپ کے فادر صاحب آپ کو کچھ معاوضہ بھی دیتے ہیں؟

لڑکیاں :- جی نہیں۔ ہم شوق سے اپنی مرضی سے کام کرتی ہیں اور اس سے ہمیں سکون ملتا ہے۔

مَیں :- آپ کی کوشش سے کبھی کوئی مسلمان عیسائی ہوا ہے؟

لڑکیاں :- ہمارے فادر بتاتے ہیں کہ کچھ عرصہ پہلے کافی مسلمان عیسائی ہو جاتے تھے۔ اب بھی ہوتے

ملیں مگر بہت کم۔

مَیں :۔ آپ کو معلوم نہیں ہم مسلمان عیسائیوں کو چندہ دینا گناہ سمجھتے ہیں ؟

لڑکیاں :۔ آپ پہلے مسلمان ہیں جن کے منہ سے ہم نے یہ الفاظ سُنے ورنہ سینکڑوں مسلمانوں سے ہمیں نہ صرف چندے دیئے بلکہ تحفہ تحائف سے ہماری حوصلہ افزائی بھی کی۔

مَیں :۔ کیا آپ لڑکوں کے کمرے میں اس طرح بے دھڑک داخل ہونے سے ڈرتی نہیں ؟

لڑکیاں :۔ ڈر کس بات کا ہمیں خداوند یسوع مسیح کے روحانی بچے ہیں۔

مَیں :۔ اچھا کتاب کا شکریہ۔ مگر چندہ دینے سے معافی چاہتے ہیں۔

لڑکیاں :۔ آپ کی مرضی۔ ہم آپ کو مجبور نہیں کرتیں مگر آپ یہ کتاب ضرور پڑھیئے گا۔ شکریہ

ان لڑکیوں کے چلے جانے کے بعد ہم کافی دیر تک ورطۂ حیرت میں غرق تھے اور سوچ رہے تھے کہ یہ کیسی قوم ہے جس کی لڑکیاں اپنے باطل عقائد کے پرچار کے لئے بھی اس قدر جذبۂ شوق سے سرشار ہیں۔ اے کاش ہم مسلمانوں میں یہ جذبہ کارفرما ہوتا تو آج اسلام جو سچا دین ہے اس کا کتنا بول بالا ہوتا۔

کئی دنوں تک مجھ پر اس واقعہ کا اثر رہا۔ ایک دن میں نے اپنے ایک دوست سے اس کا ذکر کیا۔ وہ سن کر کہنے لگا کہ اس معمولی واقعہ سے اس قدر متاثر ہوگئے ہو تمہیں ایک ایسا واقعہ سناؤں گا جو اس سے کئی گُنا زیادہ تعجب خیز اور عبرت انگیز ہے اور وہ اس طرح کہ ایف سی کالج لاہور میں ایک نہایت ہوشیار اور نبض شناس پادری صاحب متعین تھے۔ ان کے پاس امریکہ، انگلینڈ اور آسٹریلیا سے بے حساب روپیہ آتا تھا اور وہ بھی بے حساب عیسائیت کی تبلیغ پر خرچ کرتے تھے۔ ان کا معمول تھا کہ وہ ہر پندرہ دن کے بعد ایک شاندار چائے پارٹی کا اہتمام اپنے مکان پر کرتے اور مختلف کالجوں کے مسلمان طلباء جن کی تعداد تقریباً پچاس ہوتی۔ اور ایک معروف مولوی صاحب کو پارٹی میں شرکت کی دعوت دیتے تھے۔ چائے نوشی کے دوران پادری صاحب مولوی صاحب سے یوں مخاطب ہوتے :۔

پادری صاحب :۔ حضرت مولانا صاحب ! اس میں شک نہیں کہ آپ بہت بڑے عالم فاضل ہیں ازراہِ کرم یہ تو بتائیں کہ ہمارے مسیح کے متعلق آپ کے قرآن میں یہ لکھا ہوا ہے کہ خدا نے اُن کو اپنی طرف آسمان پر اُٹھا لیا اور وہ اب تک خدا کے پاس زندہ بیٹھے ہوئے ہیں ؟

مولوی صاحب :۔ جی ہاں۔ بڑی وضاحت سے لکھا ہوا ہے اور اس کے منکر کو ہم کافر گردانتے ہیں۔

پادری صاحب :۔ کیا یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ ہمارے مسیح مُردے زندہ کرتے تھے اور انہوں نے ہزاروں پُرانے مُردے زندہ کئے ؟

مولوی صاحب :۔ تعداد کا ذکر نہیں البتہ یہ ضرور لکھا ہوا ہے کہ انہوں نے مُردے زندہ کئے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی توجہ میں حیرت انگیز طاقت بھر دی تھی۔ جس مُردے کی طرف آپ دیکھتے وہ فوراً ہی زندہ ہو کر اٹھ کھڑا ہوتا۔

پادری صاحب:- کیا آپ کے قرآن میں اس بات کا ذکر موجود ہے کہ انہوں نے اندھوں کو بینائی دی اور بہروں کو شنوائی؟

مولوی صاحب:- جی ہاں۔ یہ لکھا ہوا موجود ہے بلکہ ہماری کتابوں میں اور تفسیروں میں یہاں تک لکھا ہوا ہے کہ انہوں نے فلسطین کی وسیع و عریض سرزمین پر جتنے اندھے اور بہرے تھے سب کو بینائی اور شنوائی بخشی۔ یہاں تک کہ وہ زمین اندھوں اور بہروں سے خالی ہو گئی تھی۔

پادری صاحب:- یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ وہ برص کے مریض پر ہاتھ پھیرتے تھے اور مریض فوراً ٹھیک ہو جاتا تھا؟

مولوی صاحب:- جی ہاں پادری صاحب یہ سب کچھ لکھا ہوا ہے۔ بلکہ قرآن مجید نے حضرت مسیح کے اس قدر حیرت انگیز معجزات اور کرامات بیان کئے ہیں کہ جس کو انسان دنگ رہ جاتا ہے۔ اب دیکھئے پادری صاحب قرآن مجید نے حضرت مسیح کی شان میں ایک ایسی بات بیان فرمائی ہے جو کسی اور نبی میں پائی نہیں جاتی۔ حتیٰ کہ وہ دودھ پیتے بچے تھے جب اُن نے حضرت ایسی حکمت و دانائی کی باتیں کہی تھیں کہ بڑے بڑے یہودی علماء انگشت بدنداں رہ جاتے

تھے اور اسی لئے بچپن میں ہی آپ پر انجیل نازل ہوئی تھی۔ ہماری حدیثوں میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ جب حضرت مسیح آسمان سے نازل ہوں گے تو وہ دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے نازل ہوں گے تا آسمان سے زمین تک ان کو کسی قسم کی تکلیف پیش نہ آئے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے خدا کو حضرت مسیح کی کتنی خاطر ہے۔ پھر یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ جب وہ آئیں گے تو دنیا کی ساری بگڑی ہوئی اقوام کی اصلاح کریں گے اور ان کی پھونک میں ایسی بڑی طاقت بھری ہوگی کہ جس کافر پر وہ پھونک ماریں گے وہ کافر وہیں دم کے دم میں مر جائے گا۔

پادری صاحب:- واہ مولانا صاحب واہ! خدا آپ کو خوش رکھے۔ بخدا جو کچھ آپ کی امت کے متعلق سنا تھا آپ نے سچ کر کے دکھا دیا۔ میرا دل آپ کے لئے جذبۂ شکر سے لبریز ہے۔ خداوند یسوع مسیح آپ کے علم میں اور زیادتی دے۔

اس کے بعد پادری صاحب طلباء کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور کہتے ہیں عزیزو! آپ کو کیا ہو گیا تھا تم نے یہ سب کچھ آپ کے سامنے ہے۔ کوئی پیچیدگی اور فلسفیانہ باتیں نہیں ہیں جن سے ذہن الجھتے ہوں۔ کہتے ہیں کہ ... اچھی طرح ... ہماری باتوں کی طرف دھیان مت دو۔ یہ ... دیر کے بعد پھر مولوی صاحب سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں:

مولوی صاحب: جی نہیں۔ وہ تو مدینہ منورہ میں مدفون ہیں۔

پادری صاحب: کیا انہوں نے بھی حضرت مسیح کی طرح مُردے زندہ کئے؟

مولوی صاحب: جی نہیں۔

پادری صاحب: انہوں نے کتنے اندھوں کو بینائی بخشی اور کتنے بہروں کو شنوائی؟

مولوی صاحب: اس کا بھی کوئی ذکر نہیں۔

پادری صاحب: انہوں نے پرندے بنائے تھے؟

مولوی صاحب: جی نہیں۔

پادری صاحب: کتنے برص کے مریضوں کو انہوں نے تندرست کیا؟

مولوی صاحب: قرآن مجید اس بارے میں خاموش ہے۔

اس کے بعد پادری صاحب پھر طلباء کو کھانے پینے کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ عزیزو! خوب کھاؤ پیو تکلف نہ کرو یہ آپ کا گھر ہے۔ سب کچھ آپ کا ہے۔ آپ کے مولانا صاحب چونکہ بہت بڑے عالم ہیں اسلئے میں اس موقع سے فائدہ اٹھا رہا ہوں اور ان کے نادر علوم سے مستفید ہو رہا ہوں معلوم نہیں یہ موقع پھر ہاتھ آئے گا یا نہیں۔ ایسے عالم فاضل دنیا میں خال خال ہیں۔

کچھ دیر خاموشی کے بعد پادری صاحب نہایت فاتحانہ انداز میں جیسا کہ انہوں نے بہت بڑا قلعہ فتح کیا ہے مولوی صاحب سے استفسار کرتے ہیں:۔

پادری صاحب: حضرت مولانا علامہ صاحب! اب میں جناب کی خدمت عالی میں دست بستہ عرض کرتا ہوں کہ آپ حق و انصاف کی خاطر یہ بتائیں کہ کس ہستی کی شان ارفع و اعلیٰ ہے؟

(۱) وہ جس کو خدا نے اپنے پاس آسمان پر زندہ بٹھایا ہوا ہے یا وہ جو مدینہ میں ہزاروں من مٹی کے نیچے مدفون ہے؟

(۲) وہ جس نے ہزاروں مُردے زندہ کئے یا وہ جس نے کچھ بھی نہیں کیا؟

(۳) وہ جس نے خدا کی طرح پرندے بنائے یا وہ جس نے کچھ بھی نہیں بنایا؟

(۴) وہ جس نے سینکڑوں اندھوں اور بہروں کو آنکھیں اور کان دیئے اور برص کے مریضوں کو تندرست کیا یا جس نے کچھ بھی نہیں کیا؟

اب مولوی صاحب کیا جواب دیتے۔ جواب بنے تو دیں۔ اپنے علم سے خود پھنس گئے ہیں۔

جب مولوی صاحب لاجواب ہوگئے تو پادری صاحب نے ان کی طرف سے معذرت کرتے ہوئے کہا ۔۔۔ عزیزو! آج مولوی صاحب کی طبیعت قدرے مضمحل ہے۔ جواب دینے کے موڈ میں نہیں۔ پھر کسی دن سوچ کر جواب دیں گے۔ اب آپ کا یہ خادم اس روح افزا مجلس کے برخاست ہونے سے پہلے آپ سب کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے۔ آپ نے اپنا قیمتی وقت صرف کیا اور غریب خانہ میں تشریف لا کر اپنے

خادم کی حوصلہ افزائی فرمائی اور یا اُنہوں نے حضرت مولانا صاحب کا اِن تسیمِ قلب سے شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اپنے نادر علوم سے اس نالائق کو مستفید فرما کر اپنے بابرکت وجود سے غریب آشیانہ کو برکت بخشی۔ امید ہے ہم آئندہ بھی ملاقات جاری رکھیں گے۔

اس کے بعد اُنہوں نے ایک ایک مہمان سے محبت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ مصافحہ کرتے ہوئے الوداع کہا اور یہاں سے فارغ ہو کر اپنی بیگم صاحبہ اور لڑکیوں سے کہا تم تین چار روز تک کہیں نہ جانا اچھے کپڑے پہن کر تیار رہنا۔ ان میں سے کوئی نہ کوئی ضرور آجائے گا۔ جب آجائے تو تم نے مصافحہ کرنا اور محبت کی نظر سے دیکھنا تا وہ سمجھے کہ خداوند یسوع مسیح کے خدام اس کے بندوں سے کتنی محبت اور شفقت کرتے ہیں۔

طلباء اپنے اپنے ہوسٹلوں اور گھروں کو چلے جاتے ہیں مگر وہ خاموش نہیں رہتے۔ چونکہ گفتگو کا اثر دل و دماغ پر سرایت کر چکا ہے اور ان کا اس گفتگو سے متاثر ہونا لازمی ہے (بلکہ ہر وہ شخص جس نے اسلام کا مطالعہ احمدیت کے آئینہ میں نہ کیا ہو متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا) چنانچہ طلباء حیرت زدہ ہو کر ایک دوسرے سے کہتے ہیں۔ ہم تو یہی سمجھتے تھے کہ ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) تمام انبیاء سے افضل ہیں مگر اس گفتگو سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح کی افضلیت کو فوقیت حاصل ہے۔ پھر وہ اب تک زندہ ہیں اور انہوں نے آکر تمام دنیا کی اصلاح کرنی ہے اور یہ ایسا کام ہے جو ہمارے نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) سے بھی نہ ہو سکا۔ العیاذ باللہ

دوسرا کہتا ہے۔ اور پھر سب سے بڑھ کر قابلِ غور بات یہ ہے کہ دُنیا جہان کی نعمتیں اللہ تعالیٰ نے ان کو دے رکھی ہیں۔ دولت سے یہ مالا مال ہیں۔ دنیا کی تین چوتھائی سلطنت ان کے قبضہ میں ہے۔ ان کی عورتیں نہایت حسین و جمیل ہیں اور سلیقہ شعار ہیں محبت و ہمدردی ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ اخلاق و تہذیب میں ہمارے لئے نمونہ ہیں۔ غرض ان کی کہاں تک خوبیاں بیان کی جائیں اور خصوصیت یہ ہے کہ دنیا میں جتنی بھی سلطنتیں ہیں تمام کی تمام ان لوگوں کی کسی نہ کسی رنگ میں محتاج اور زیرِ نگیں ہیں۔

ایک ان میں سے کہتا ہے بھائیو! دراصل بات یہ ہے کہ ہمارے مولوی صاحبان بہت ہی تنگ نظر ہیں نہ وہ دوسروں کی تعلیم کو پڑھتے ہیں نہ کسی کو پڑھنے دیتے ہیں بلکہ پڑھنے والے پر فوراً کفر کا فتویٰ لگا دیتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ان کے کفر کے فتوے کے خوف سے ہم عیسائیت کی تعلیم سے بالکل کورے ہیں۔ اب کیوں نہ ہم جرأت کر کے پادری صاحب کے پاس جا کر ان سے عیسائیت کی تعلیم کے متعلق کچھ حاصل کریں۔ آخر ایسا کرنے میں کیا حرج ہے؟ اس رائے پر چھ سات طلباء متفق ہو جاتے ہیں اور وہ دوسرے دن پادری صاحب کے دولت کدہ پر جا کر دروازے پر دستک دیتے ہیں۔ پادری صاحب جو پہلے سے اندر بیٹھے ہوئے ان کی آمد کے بے قراری سے منتظر بیٹھے ہوئے تھے۔

دستک کی آواز سن کر چونک پڑتے ہیں اور فوراً اپنی بیگم صاحبہ اور لڑکیوں کو دبی آواز میں ہوشیار کرتے ہوئے کہتے ہیں شکار آ گئے ہیں جانے نہ پائیں تیار ہو کر رہنا اور پھر دروازے کی طرف جا کر فوراً دروازہ کھولتے ہیں۔ چھ سات طلباء کو دیکھ کر جس طرح اندھے کو دو آنکھیں ملنے سے خوشی ہوتی ہے اسی طرح پادری صاحب خوشی سے پھولے نہ سمائے۔ ہلو۔ عزیزو ہلو۔ ویل کم۔ خوش آمدید کہہ کر اُن سے بغلگیر ہو جاتے ہیں اور ڈرائنگ روم میں بٹھا کر اپنی بیگم صاحبہ کو آواز دیتے ہیں۔ ڈیر بیگم صاحبہ آئیے اپنے بیٹوں سے ملئے وہ آتی ہے۔ محبت کی نظر اُن پر ڈالتی ہے۔ اُن کو سلام کرتی ہے اور پھر ہر ایک سے مسکراہٹ کے ساتھ مصافحہ کرتی ہے اور اُن کے سامنے بیٹھ جاتی ہے۔

پھر وہ اپنی نوجوان لڑکیوں کو آواز دے کر کہتے ہیں۔ مائی سویٹ ڈاٹرز! آئیں اپنے بھائیوں سے ملیں۔ وہ فوراً آتی ہیں اور کھلکھلاتے ہوئے طریق سے اُن سے ملتی ہیں۔ محبت آمیز مسکراہٹ سے اُن کا خیر مقدم کرتی ہیں اور پھر اُن کے سامنے بیٹھ جاتی ہیں۔

ڈرائنگ روم نہایت خوبصورت اور قیمتی فرنیچر سے آراستہ ہے۔ دیواروں پر حضرت مریم کی کی رنگین خوبصورت خیالی تصویریں آویزاں ہیں۔ خوشبودار قیمتی عطر سے کمرہ کی فضا مہک رہی ہے۔ مہمانوں کے سامنے بیٹھے ہوئے میزبانوں کے چہرے خوشی سے گلاب کے پھول بنے ہوئے اور محبت کے آثار نمایاں ہیں۔ کچھ دیر سکوت کے بعد پادری صاحب اُن سے یوں ہمکلام ہوتے ہیں :-

پادری صاحب:- عزیزو! آپ کو دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی۔ میری یہی تمنا ہے کہ آپ بار بار یہاں آئیں۔ جتنی بار آئیں گے ہماری خوشی میں اتنی ہی زیادتی ہوگی۔ عزیزو! کس طرح آنا ہوا؟

ایک طالبعلم:- جناب پادری صاحب! آپ کی اور مولوی صاحب کی کل والی گفتگو ہمارے لئے دلچسپی کا باعث بنی اور اسی لئے ہم یہاں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں تا ہم عیسائیت کی تعلیم کے متعلق کچھ معلومات حاصل کریں۔

پادری صاحب:- ہاں عزیزو! یہ بڑی اچھی بات ہے۔ ہمیں تعصب کی عینک اُتارنی چاہئے اور حوصلہ سے اور فراخ دلی سے ہر ایک کی تعلیم کی چھان بین کرنی چاہئے۔ آخر دنیا میں سینکڑوں مذاہب ہیں۔ اب جب تک ہم ایک دوسرے کی تعلیم سے واقف نہیں ہوتے کس طرح معلوم ہو سکے گا کہ کونسی تعلیم ہماری بھلائی اور ترقی کے لئے بہتر ہے۔ اور انصاف کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جس کی تعلیم بہتر ہو اُسے قبول کرنے میں تردد نہیں کرنا چاہئے۔ بزرگوں کا یہ مقولہ ہے کہ اچھی چیز جہاں سے بھی ملے اُسے فوراً لے لینا چاہئے۔

اس کے بعد پادری صاحب اپنی ایک لڑکی سے کہتے ہیں۔ پیاری بیٹی! ذرا انجیل مقدس اندر سے

لے آؤ۔ لڑکی فوراً اُٹھتی ہے اور اندر سے خوبصورت
ریشمی کپڑے میں لپیٹی ہوئی انجیل لا کر اپنے ڈیڈی کو
احترام کے ساتھ دونوں ہاتھوں سے پکڑا دیتی ہے۔
پادری صاحب دونوں ہاتھوں سے انجیل لے کر
چومتے ہیں اور پھر ماتھے سے لگا کر اسے کھولتے
ہیں اور پہاڑی وعظ والی جگہ نکال کر نہایت سُریلی
اور بھرائی ہوئی آواز سے پڑھ کر سُناتے ہیں:۔
"لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ شریر
کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو کوئی تیرے دہنے
گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اس کی طرف
پھیر دے اور اگر کوئی تجھ پر نالش کر کے
تیرا کُرتا لینا چاہے تو چوغا بھی اسے لے لینے
دے اور جو کوئی تجھے ایک کوس بیگار میں
لے جائے اس کے ساتھ دو کوس چلا جا۔"
(متی ۵/۳۹)

یہ تعلیم سُنانے کے بعد اُن سے کہتے ہیں دیکھا
میرے عزیزو! ہمارے خداوند یسوع مسیح نے ہمیں
کیسی اچھی تعلیم دی ہے۔ اگر دنیا کے تمام انسان اس
تعلیم پر عمل کرنے لگیں تو ہماری یہ دنیا فردوسِ بریں بن جائے۔
عزیزو! تعلیم تو سُن لی ہے اب اگر کسی کو کچھ کہنا
ہے بلا تکلف کہہ سکتا ہے۔ آخر پوچھنے اور سوال کرنے
سے ہی علم بڑھتا ہے۔ آپ بالکل نہ شرمائیں۔ آزادی
سے اپنے احساسات کا اظہار کریں۔ ہم سب آپ کے
خادم اور غمگسار ہیں۔ جو بات سمجھ میں نہ آئے ہم سمجھانے
کو ہر وقت تیار ہیں۔

ایک طالبعلم:۔ جناب پادری صاحب! عیسائی بننے کے لئے
کیا شرائط ہیں؟

پادری صاحب:۔ مسیحی بننے کے لئے باپ، بیٹا اور روح القدس
کے نام پر بپتسمہ لیا جانا ضروری ہے۔

طالب علم:۔ ہم نے تو بہت گناہ کئے ہوئے ہیں کیا بپتسمہ
سے ہمارے گناہ معاف ہو سکتے ہیں؟

پادری صاحب:۔ میرے عزیزو! ہمارے خداوند یسوع مسیح
نے ہمارے گناہوں کی معافی کے لئے تو صلیب
پر جان دیدی۔ اب جو بھی صلیبی موت پر ایمان
لے آئے گا اس کے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے
خواہ اس کے گناہ کوہ ہمالیہ پہاڑ جتنے کیوں نہ
ہوں۔

یہ گفتگو سُننے کے بعد تین طلباء متاثر ہو کر بپتسمہ لینے
کے لئے تیار ہو جاتے ہیں اور باقی یہ کہتے ہوئے چلے
جاتے ہیں کہ سوچ کر بتائیں گے۔ کچھ دنوں کے بعد وہ
بھی آ جاتے ہیں۔ بس اس طرح ہزاروں ہزار مسلمان
طلباء عیسائیت کا شکار ہو جاتے تھے۔

جب میرے دوست نے یہ واقعہ سُنایا تو
میرے ذہن سے پچھلا واقعہ بالکل محو ہو گیا اور میں نے
یقین کر لیا تھا کہ اسلام کا اب خدا حافظ ہے۔

غرض مسلمانوں کی غفلت اور غلط عقائد کی
وجہ سے اسلام کی حالت قابلِ رحم ہو چکی تھی۔ اُس
زمانہ میں مسلمانوں کی پستی اس حد تک بڑھ چکی تھی کہ
مولوی الطاف حسین صاحب حالیؔ مسلمانوں کی زبوں حالی
کا نوحہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں ؎

پستی کا کوئی حد سے گزرنا دیکھے
اسلام کا گر کر نہ اُبھرنا دیکھے

اِدھر مسلمانوں کی یہ حالت اور اُدھر دُنیا کے تمام پادری متحد ہو کر ایک منظم منصوبہ کے ماتحت اسلام پر یلغار کئے ہوئے تھے۔ ان کے مرد، انکی عورتیں، ان کے بچے، ان کے جوان، ان کے بوڑھے کوچہ بکوچہ، خانہ بخانہ، سڑکوں پر، سڑکوں کے چوکوں پر، جلسہ گاہوں میں، سینما ہالوں میں، ہوٹلوں میں، کلبوں میں، سکولوں اور کالجوں میں، غرض شہر کے چپہ چپہ پر جا کر اور پھر پھر کر عیسائیت کی منادی بڑے جوش و خروش سے کرتے پھرتے تھے۔ ہزاروں سادہ لوح مسلمان بلکہ بہت سے دانشور مسلمان بھی اُن کے دامِ فریب میں پھنس جاتے تھے۔

پادری صاحبان اپنی فتوحات کے گھمنڈ میں بلند بانگ دعاوی کے خوگر تھے۔ ان کو یقین ہو گیا تھا کہ بہت جلد ساری دُنیا عیسائیت کی لپیٹ میں آجائے گی اور صلیب کی چمکار ساری دُنیا کی آنکھوں کو خیرہ کر دے گی۔ چنانچہ ایک امریکن مشہور پادری جان ہنری بیروز نے اپنے ایک لیکچر میں جو انہوں نے ہندوستان میں دیا تھا کہا :-

"اب میں اسلام کے ممالک میں عیسائیت کی روز افزوں ترقی کا ذکر کرتا ہوں۔ اس ترقی کے نتیجہ میں صلیب کی چمکار آج ایک طرف لبنان پر ضوفگن ہے اور دوسری طرف فارس کے پہاڑوں کی چوٹیاں اور باسفورس کا پانی اس کی چمکار سے جگمگ جگمگ کر رہا ہے۔ یہ صورتِ حال پیش خیمہ ہے۔ اس آنے والے انقلاب کا کہ جب قاہرہ، دمشق اور طہران کے شہر خداوند یسوع مسیح کے خدام سے آباد نظر آئیں گے حتٰی کہ صلیب کی چمکار صحرائے عرب کے سکوت کو چیرتی ہوئی وہاں بھی پہنچے گی۔ اس وقت خداوند یسوع اپنے شاگردوں کے ذریعہ مکہ کے شہر اور خاص کعبہ کے حرم میں داخل ہوگا اور بالآخر وہاں اس حق و صداقت کی منادی کی جائے گی کہ ابدی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور یسوع مسیح کو جانیں جسے تُو نے بھیجا ہے۔"

اِن حالات کے پیشِ نظر ہر درد مند دل خون کے آنسو بہا رہا تھا اور خیال کر رہا تھا کہ اسلام چند دنوں کا مہمان ہے۔ آج نہیں تو کل ضرور دُنیا سے رخصت ہو جائے گا۔ العیاذ باللہ

مگر قربان جاؤں اُس ذاتِ مقدس کے جس نے چودہ سو سال قبل اپنے پروردگار کی وحی سے اپنی اُمت کو متنبہ کیا تھا کہ آخری زمانہ میں جب عیسائیوں کا بہت بڑا غلبہ ہوگا اور مسلمان ایسے بے دست و پا ہو جائیں گے کہ اپنی کمزوری کی وجہ سے اُن کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے تو اُس وقت اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت کے لئے اور اس کو تمام دینوں پر غلبہ دینے کے لئے میری اُمت میں سے میرے خادموں اور

غلاموں میں سے ایک غلام (غلام احمدؑ) کو عیسائیوں کی سرکوبی کے لئے مبعوث کرے گا۔ وہ غلام احمد قادیانی علیہ السلام آکر اللہ تعالیٰ کی نصرت اور فضلوں کے ہتھیاروں سے لیس ہو کر عیسائیوں سے جنگ کریگا اور اسلام کے خلاف اُن کے جس قدر خطرناک منصوبے ہوں گے اُن کو تہس نہس کر کے رکھ دے گا اور انکے تمام غرور اور بلند بانگ دعاوی کو خاک میں ملا دیگا۔

چونکہ عیسائیوں کا سب سے تباہ کن ہتھیار جو اسلام کو مٹانے کے لئے تیار ہوا تھا یہ تھا کہ اسلام ایک وحشیانہ مذہب ہے، محبت و آشتی کا دشمن ہے، جبر و تشدّد کا دوست ہے، ایک ہاتھ میں تلوار اور ایک ہاتھ میں قرآن اس کا نصب العین ہے، تلوار کا محتاج ہے، تلوار کے بل بوتے پر اس کی اشاعت کا دار و مدار ہے۔ تلوار سے ڈرا کر لوگوں کو مسلمان بنانا مجاہدِ اسلام کا شیوہ ہے۔

یہ ایسا خطرناک ہتھیار تھا جس نے لاکھوں مسلمانوں کے دلوں میں اسلام کے خلاف نفرت کا بیج بویا اور غیر مسلموں کے دلوں میں دہشت پیدا کردی تا ایک طرف مسلمان اسلام کو چھوڑ کر بھاگ جائے اور دوسری طرف غیر مسلم اسلام کے قریب نہ آجائے۔

عیسائیوں کے اس ہتھیار کو پاش پاش کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک معمولی گمنام بستی سے اور پھر ایک محکوم اور غلام قوم میں سے ایک نہایت کمزور شخص کو ان کی سرکوبی کے لئے کھڑا کیا۔ تا دنیا کو دکھائے کہ اسلام نہ پہلے تلوار کا محتاج تھا اور نہ اب یہ تلوار کا محتاج ہے۔ بلکہ اسلام اپنی خوبصورت اور دلکش تعلیم کی وجہ سے پہلے بھی غالب آیا ہے اور اب بھی غالب آئے گا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا وہ بندہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے عیسائیوں کے مقابلہ میں میدان میں اُتر آیا اور تمام عیسائیوں کو للکار کر کہا ؎

آؤ عیسائیو!!! اِدھر آؤ!!!
نورِ حق دیکھو راہِ حق پاؤ
جس قدر خوبیاں ہیں فرقاں میں
کہیں انجیل میں تو دکھلاؤ
سر پہ خالق ہے اس کو یاد کرو
یونہی مخلوق کو نہ بہکاؤ

آپؑ نے اسی۸۰ کے قریب موٹی اور ضخیم کتابیں عربی، اُردو اور فارسی میں تصنیف فرمائیں جن میں اسلام کی حسین و جمیل اور دلنشین تعلیم کو صاف و شفاف چشمہ کی طرح دنیا کے سامنے رکھ دیا اور عیسائیوں کو چیلنج کیا کہ وہ اِس جیسی تعلیم انجیل میں سے دکھائیں۔ مگر آج تک کسی کو اس چیلنج کے قبول کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ آپ نے قبل از وقت پیشگوئی فرمائی تھی :-

"مجھے خبر دی گئی ہے کہ اس کُشتی میں آخر کار اسلام کو غلبہ ہوگا اور اسلام دلوں کو فتح کرے گا۔"

آپؑ نے عیسائیوں کی اس تعلیم پر بھی تنقید فرمائی کہ "شریر کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو کوئی تیرے دہنے

گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے۔"
آپ نے فرمایا یہ اوّل درجہ کی ناقص، ناقابلِ عمل اور
بزدلانہ تعلیم ہے۔ یہ محبت نہیں بلکہ دشمنی ہے کہ ایک
شریر کو شرارت جیسے گناہ پر دلیر کرایا جائے۔ بلکہ
محبت اور ہمدردی کا تقاضا یہ ہے کہ شریر کو شرارت
کی سزا دی جائے تا وہ مزید شرارت نہ کر سکے اور
اس طرح اس کی اصلاح ہو جائے۔

قصہ کوتاہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس
بندے کی کوششوں اور محنت میں اتنی برکت ڈالی
کہ چند سالوں میں ہی اسلام کی کایا پلٹ گئی۔ وہ
اسلام جو پہلے پادریوں کے ہاتھوں سے سخت
مفلوج ہو چکا تھا اب پادری صاحبان اسلام کے
علمبرداروں کے ہاتھوں سے مفلوج ہو گئے ہیں۔

کہاں وہ زمانہ تھا جب پادری صاحبان غرور
کے نشہ میں کہا کرتے تھے:-

"اسلام کی اصلاح کی تمام کوششیں
ناکام ثابت ہو رہی ہیں اور اب اس
کے لئے ایک ہی چارہ کار رہ گیا ہے
کہ یہ خودکشی کر لے۔" (فرینک بیلی)

اور کہاں اب یہ حالت ہے کہ پادری صاحبان مایوسی
اور ناکامی کے دریا میں غرق ہو کر کہتے ہیں:-

"اسلام نہ صرف سر بلندی حاصل کر رہا
ہے بلکہ ساری دنیا کے مذاہب کو چیلنج کر رہا
ہے اور یہ چیلنج خاص طور پر عیسائیت کی
طرف مبذول کر رہا ہے۔ اسلام نے عیسائیت
کی جڑوں کو کھوکھلا کر دیا ہے۔ اس کے
عقائد کا مذاق اُڑا رہا ہے اور یہ سب
کچھ اسلئے ہے تاکہ اسلام ساری دنیا
پر اپنا سکہ جمالے۔" (ولیم کمیٹی ڈی۔ ایس
او۔ او۔ بی)

کیا اسلام کی یہ عظیم الشان فتح ایک خدا ترس اور منصف
مزاج کے لئے اس بات کا نشان نہیں ہے کہ جس بندے
نے دن رات ایک کر کے پسینہ کی جگہ خون بہا کر اسلام
کی شان و شوکت کو چار چاند لگا دیئے وہ یقیناً اللہ تعالیٰ
کی طرف سے ہے۔ کیونکہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف
سے نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کو اتنی عظیم الشان کامیابی
عطا نہ کرتا۔

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو پھر عالم کو اک عالم دکھاتی ہے

مگر ہائے افسوس دنیا شروع سے اللہ تعالیٰ کے نیک
اور سچے بندوں کی مخالفت کرتی چلی آئی ہے ۔۔۔

يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ
رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۝

قابلِ افسوس

ماہ جنوری میں بائیس دوستوں کی طرف سے وی پی واپس
آئے ہیں۔ بعض نے لینے سے انکار کر دیا ہے اور بعض نے جگہ تبدیل
کر لی اور دفتر کو اپنے نئے پتہ سے اطلاع نہ فرمائی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ
ماہنامہ الفرقان کو کافی مالی نقصان ہوا۔ احباب کو چاہئے کہ اگر
خریداری ختم کرنا چاہیں یا ان کا پتہ تبدیل ہو جائے تو اس بارہ میں
مطلع فرما دیا کریں۔ (مینیجر الفرقان ربوہ)

بنی اسرائیل اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہندوستان میں آنے کا ذکر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مقدسہ کا بیان!

راجہ بھوج کا مکاشفہ

بھوشیہ پران پر ایک نظر!!

(جناب شیخ عبد القادر صاحب محقق لاہور کے قلم سے)

پُران کے لفظی معنے پُرانی تاریخ کے ہیں۔
اٹھارہ کی تعداد میں یہ ہندوؤں کی قدیم کتابیں ہیں جن میں دُنیا کے آغاز، دیوتاؤں کے کارنامے، پُرانے خاندانوں کے شجرہ ہائے نسب، تاریخی واقعات اور دھرم کے متعلق ہدایات درج ہیں۔

روایت ہے کہ شروع میں ایک ہی پُران تھا مہرشی ویاس جی نے اسے ۱۸ حصّوں میں منقسم کر دیا۔ اس طرح اٹھارہ پُران بن گئے۔

اس روایت سے قطع نظر یہ حقیقت ہے کہ سب پُران ایک ہی وقت میں مرتب نہیں ہوئے بلکہ اپنی موجودہ حالت میں مختلف زمانوں میں لکھے گئے۔ ان کا بڑا حصہ قدیم پُرانوں کی بنیاد پر "گپتا خاندان" کے عہد میں یعنی چوتھی اور پانچویں صدی عیسوی میں ترتیب دیا گیا۔ اٹھارہ پُرانوں میں سے "نواں پُران" "بھوشیہ پُران" کے نام سے موسوم ہے جس کے معنے مستقبل کی خبریں دینے والے قدیم نوشتہ کے ہیں۔ اس پُران میں مستقبل کی خبروں کے رنگ میں بعض تاریخی واقعات بیان ہوئے ہیں۔

بھوشیہ پُران میں اضافات کا سلسلہ دوسری صدی سے شروع ہوا۔ تیسری اور چوتھی صدی کے پہلے رُبع تک تاریخی روایتیں اس میں شامل ہوتی رہیں۔ پھر دسویں صدی میں اضافے ہوئے۔ کچھ اضافے اسلامی دَور کے ہیں۔ بیسویں صدی کے شروع کے بعض زوائد بھی ہیں جو کہ متن کا حصہ نہیں ہیں بلکہ طبع ثانی طباعت کے دوران ہوئے۔

اضافات والے حصّہ میں اہلِ کتاب کے لٹریچر سے بھی خوشہ چینی کی گئی۔

(۱)

بھوشیہ پُران میں لکھا ہے کہ ہندوستان کے برہمنی علاقہ کے ماسوا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے

پیرو ہمارے جنگل میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل ہندوستان کے شمال مغرب اور دوسرے بلادِ شرقیہ میں موجود تھے۔ کیونکہ برہما ورت بھارت کے شمال مشرقی علاقوں کو کہتے تھے۔

(۲)

بھوشیہ پران کے مطبوعہ نسخہ میں تورات کی کتاب پیدائش کے اس حصے کا خلاصہ درج ہے۔ جس میں آدمؑ سے لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام تک کے حالات درج ہیں۔ مسٹر پرگیٹر لکھتے ہیں:۔

"اگرچہ یہ ایک بعد کا اضافہ ہے لیکن اس سے قطعی طور پر یہ ظاہر ہے کہ بھوشیہ پران کے مرتبین کے نزدیک عیسائی لٹریچر سے استفادہ کوئی قابلِ اعتراض امر نہ تھا"

(ہندوازم اینڈ بدھ ازم از سر چارلس ایلیٹ صفحہ ۲۴۳)

(۳)

بھوشیہ پران میں حضرت مسیح علیہ السلام کی بعثت اور ہمالہ دیش میں آمد کے واضح بیانات ملتے ہیں۔ آپ کی تعلیم کا خلاصہ بھی دیا گیا ہے۔ ساکا قوم[1] کے ایک راجہ سے ملاقات کا ذکر ہے۔

[1] سیتھی قبائل جو ہندوستان پر حملہ آور ہوئے ہندو لٹریچر میں انہیں ساکا کہا گیا۔ یہ نام بالکل درست ہے۔ دارائے اعظم کے کتبہ میں "ساکا" نام سے ان قبائل کو پکارا گیا۔ پی تھامس سمجھتے ہیں کہ ساکا کشمیر سے لیکر مغربی ہند تک پھیل گئے۔ ساکا کی شمالی شاخ کشان کہلائی وہ کشمیر و پنجاب میں آباد ہوئے۔ بدھ مذہب قبول کیا اور ایک عظیم سلطنت کی بنیاد رکھ دی۔

(۴)

حضرت مسیح علیہ السلام کے ذکر کے بعد دوسرے باب میں راجہ بھوج کا ایک مکاشفہ درج ہے:۔

"ایک اجنبی ملک کا معلم روحانی اپنے شاگردوں کے ساتھ آیا۔ اس کا نام محامدا (محمدؐ) ہے"

پھر لکھا ہے:۔

"راجہ نے اس مہادیو ریگستان کے رہنے والے کو آبِ زمزم گنگا اور پنچ گویہ کے مرکب سے غسل کرا کے صندل وغیرہ کے ساتھ نذر پیش کر کے دلی ارادت سے اس کی (تعظیم میں) پوجا کی (اور کہا) تجھ پر سلام ہو۔ اے پاربتی کے ناتھ (فخرِ نسلِ انسانی) اے ریگ زار (عرب) کے رہنے والے۔ شیطان کے مارنے کے لئے بہت سی قدرت مہیا کرنے والے تم ملیچھوں سے محافظت کئے گئے ہو۔ اے پاک ہستی مطلق کے مظہر! میں تیرا غلام ہوں مجھ کو اپنے قدموں میں آیا ہوا جانیئے"

(بھوشیہ پران مطبوعہ وینکٹیشور پریس بمبئی) پرتی سرگ پرو ۳۔ کھنڈ ۳۔ ادھیائے ۳ شلوک ۵-۲۷۔ ترجمہ از میثاق النبیین مولانا عبدالحق صاحب ودیارتھی)

یہ مکاشفہ راجہ بھوج کا ہے۔ تاریخ میں اس نام کے کئی راجے ہوئے ہیں۔

سنسکرت علماء کا خیال ہے کہ یہاں اس راجہ کا ذکر ہے جو گیارھویں صدی کے نصف اوّل میں ایک دانشور اور علم و ادب میں ید طولیٰ رکھنے والا راجہ تھا یہ راجہ ایک غیر ملکی راجپوت خاندان سے تھا۔

پروفیسر مکرجی ایم۔اے لکھتے ہیں :-

Bhoja was an accomplished scholar and an enlightened patron of learning. His name has become proverbial for an ideal Hindu King.

(History of India P.150)

بھوج ایک عالم فاضل راجہ تھا۔ حکمت کا نمونہ سا اس کا نام ایک مثالی ہندو راجہ کے طور پر زبان زد خلائق تھا۔"

بالکل ممکن ہے کہ ایسی نیک دل مثالی راجے نے سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو کشفی طور پر دیکھا ہو۔ اور اس نے آپ کے محامد کے گن گائے ہوں۔

اس تفصیل سے ظاہر ہے کہ بھوشیہ پُران میں بعض قابلِ قدر اضافے ہوئے ہیں :-

۱۔ بنی اسرائیل کا ہندوستان کے شمال مغرب میں وُرُوْد ایک تاریخی حقیقت ہے بھوش پُران میں اس کا ذکر ہے۔

۲۔ حضرت مسیح علیہ السلام "رَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ" تھے۔ اُن کی ہمالہ دیش میں تشریف آوری تکمیلِ مشن کے لئے ضروری تھی

۳۔ سید الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور دین اسلام کے غلبہ کا ذکر۔

یہ سب باتیں اِس "پُران" میں بہ یک وقت مل جاتی ہیں۔

بھوش پُران کے حوالہ پر نئی تحقیق

(۱)

حضرت مسیح علیہ السلام کی کشمیر میں آمد والے حوالوں پر چوٹی کے سنسکرت علماء کی تحقیق ملاحظہ ہو۔

یورپ کے دو ممتاز علماء[۱] کو خواجہ نذیر احمد صاحب مرحوم بیرسٹر کی کتاب کے ذریعہ پتہ لگا کہ بھوش پُران میں ہمالہ دیش کی چوٹیوں پر ساکا راجہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ملاقات کا ذکر ہے۔ انہوں نے اصل حوالہ کی تحقیق کے لئے ہندوستان کے ایک سنسکرت عالم کو لکھا جو کہ اس وقت "ٹاٹا انسٹی ٹیوٹ آف فنڈامنٹل ریسرچ" بمبئی سے متعلق تھے۔ ان کا نام پروفیسر ڈی۔ڈی کوسامبی ہے۔

انہوں نے بتایا کہ بھوش پُران میں حضرت مسیح کی آمدِ ہندوستان کا ذکر ہے۔ بھوش پُران کے اضافات میں یہ روایت شامل ہے۔ پروفیسر موصوف لکھتے ہیں چونکہ اس باب کے بعد اسلامی دَور کا ذکر ہے، پھر انگریزی دَور کے بعض واقعات درج ہیں اس لئے عمومی طور پر بھوش پُران کے اضافات والے حصہ کو تاریخی لحاظ

---

[۱] رابرٹ گریوز و یشوعا پوڈرو۔

سے کوئی اہمیت نہیں دی جاتی۔ لیکن :-

Parts of it must have been drived from ancient sources now lost (Jesus in Rome P. 76)

"ان ابواب کے بعض حصے لازماً قدیم ماخذوں سے لئے گئے ہوں گے جو کہ اب گم ہیں۔"

پروفیسر کوسامبی کے نزدیک حضرت مسیح علیہ السلام کی آمد ہندوستان والی روایت بھوش پُران کے قدیم اور گمشدہ ینابیع سے تعلق رکھتی ہے۔

(۲)

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ بھوش پُران میں نہ صرف حضرت مسیح علیہ السلام کی آمد ہندوستان کا ذکر ہے بلکہ یہ بھی لکھا ہے کہ یہودی ان علاقوں میں بسے ہوئے تھے۔ بھوش پُران کے پہلے حصے میں یہود کے انتشار فی الارض کے متعلق لکھا ہے :-

"سرسوتی ندی کے پوتر برہم ورت کے ماسوا سارا جگت ملیچھ اجاریہ حضرت موسیٰ کے پیروؤں سے بھرا پڑا ہے۔" (پرتی سرگ پرب کھنڈ ا۔ ادھیاد ۵۔ شلوک ۳۰)

یہ ترجمہ مشہور آریہ لیکھک مہاشہ لکشمن نے اپنے رسالہ "بھوشیہ پُران کی آلوچنا" میں دیا ہے۔ مشرقی پنجاب اور ستلج و جمنا کے درمیان کے علاقہ کو ہندو برہماورت کہتے تھے۔ یہ خالص برہمنوں کا علاقہ تھا۔ اس کے علاوہ شمال مغرب کے سب علاقوں میں چونکہ یہودی پھیلے ہوئے تھے وہ کشمیر، کاشغر، افغانستان، ایران اور عراق میں منتشر تھے اسلئے کہا گیا کہ سارے جگت میں یہودی پھیلے ہوئے ہیں۔

(۳)

مشہور مؤرخ سر چارلس ایلیٹ ایک دوسرے عالم مسٹر پرگیٹر کے حوالے سے لکھتے ہیں :-

"بھوشیہ پران کے ایک نسخہ میں تورات کی کتاب پیدائش کے اس حصہ کا خلاصہ درج ہے جس میں آدمؑ سے لیکر حضرت ابراہیمؑ تک کے حالات کا بیان ہے۔ اگرچہ یہ ایک بعد کا اضافہ ہے لیکن اس سے قطعی طور پر یہ ظاہر ہے کہ بھوشیہ پُران کے مرتبین کے نزدیک عیسائی ذرائع سے استفادہ کوئی قابل اعتراض امر نہ تھا۔" (ہندوازم اینڈ بدھ ازم حصہ دوم صفحہ ۲۴۳)

(۴)

بھوش پُران میں حضرت مسیح علیہ السلام کے ہمالہ دیش میں آنے کا ذکر ہے۔ اس حصہ کا انگریزی ترجمہ پروفیسر کوسامبی نے کیا ہے اور مغرب میں پہلی بار *Jesus in Rome* میں شائع ہوا[۱]۔

---

[۱] انگریزی اور سنسکرت کا متن صفحہ ۴۲ پر ملاحظہ فرمائیں۔

اُردو ترجمہ:-

"ایک دفعہ ساکا قوم کا حکمران ہمالیہ کی ایک بلند چوٹی پر گیا وہاں اس طاقتور بادشاہ نے ہُون دلیش میں ایک بابرکت انسان کو دیکھا۔ جو گورے رنگ کا تھا اور سفید لباس پہنے ہوئے تھا۔ آپ کون ہیں؟ اُس نے پوچھا۔ بزرگ نے جواب دیا۔ مجھے ابن اللہ جان لیجئے کہ میری پیدائش ایک کنواری کے بطن سے ہے۔ میں ملیچھوں (غیر قوم) کے مذہب کا مبلغ ہوں۔ سچائی کا پیروکار اور راستی پر قائم ہوں۔ یہ سُن کر بادشاہ نے کہا۔ آپ کے مذہب کے اصول کیا ہیں؟
اس نے جواب دیا۔

اے عظیم بادشاہ! سُنیئے۔ جب سچائی ختم ہونے کو آئی اور ملیچھوں میں تمام اخلاقی اقدار کا خاتمہ ہوگیا تو میں جو کہ "مسیح" ہوں برپا ہُوا۔ "اھاماسی" نامی غیر برہمنوں کی دیوی (جبریل) نے جب اپنا ظہور نہایت ہیبت ناک صورت میں کیا تو میں نے اس تک ملیچھوں کے طریق پر رسائی حاصل کرتے ہوئے "مقام مسیحا" کو پالیا۔ اے بادشاہ! اس مذہب کو سُنو جو میں نے ملیچھوں پر فرض کیا۔ نفس کی صفائی اور غیر پاکیزہ بدن کی تطہیر کے بعد انسان پر لازم ہے کہ مناجات نجما (نے گما جاپ) کے ساتھ نہایت انصاف اور سچے دل اور دماغ کی یکسوئی کے ذریعہ نیز انتہائی محویت کے عالم میں اس خدا کی عبادت کرے جو کہ سُوریہ منڈالا (سورج والے آسمان) میں ہے۔ خداوند قائم ہے جیسا کہ سُورج قائم ہے۔ وہ ہمیشہ ساری خطاکار مخلوق کے جوہر کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ اسی باعث اے بادشاہ! مسیحا (مقام فنا میں) ناپید ہوگیا۔ ایسا (یعنی خدا) کی مبارک اور برکت بخشنے والی مُورتی کے باعث جو ہمیشہ میرے دل میں جاگزیں رہی میرا نام "عیسٰی مسیح" قرار دیا گیا۔

یہ کلمات سُن کر بادشاہ نے اس ملیچھ کاہن کو اس جگہ سے نکال کر "ملیچھوں کی بے رحم سرزمین" میں مکمل طور پر بسا دیا"۔[1]

اس حوالہ پر تبصرہ کرتے ہوئے پروفیسر کوسامبی کہتے ہیں:-

"اس کہانی کا مرکزی کردار وہ غیر ملکی بزرگ" ہے جس سے مراد واضح طور پر "یسوع مسیح" ہیں۔ اس نام کی تشریح سنسکرت کی رُو سے کرنے کی سعی کی گئی لیکن ماسی دیوی ایک خیالی تصور ہے جس کا کہیں ذکر نہیں"۔

اسی تسلسل میں لکھتے ہیں:-

"نے گما" سے مراد ہندو صحائف نہیں

۱؎ بھوشیہ پُران پرتی سرگ پرب کھنڈ ۳۔ ادھیائے ۲ شلوک ۹-۳۱؎

ہو سکتے۔ شاید اس کے معنے "کتاب مقدس"
(بائبل) کے ہیں۔"

پھر لکھتے ہیں :-

"سالیواہن وہی راجہ ہے جس کے ساتھ ہندو سمت کے اجراء کی روایت وابستہ ہے۔ اس سمت کا آغاز ۷۸ عیسوی سے ہوتا ہے لیکن یہاں شالیواہن کے متعلق کہا گیا کہ اس نے چینی قبائل (ساکا) اور رومنوں کو شکست دی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کشان حکمران کو ایک ہندو راجہ سمجھ لیا گیا۔"

آخر میں ہے :-

"اگر مقدس توما نے ان علاقوں کی سیر و سیاحت کی ہے تو اس کے آقا کے متعلق بھی قرین قیاس ہے کہ وہ یہاں آیا تھا۔ توما کا مزار میلا پور (مدراس) مالابار یا شاید سیلون میں بتایا جاتا ہے۔ شالیواہن کا سمت ۷۸ عیسوی ہے۔ اگر اسے پیش نظر رکھیں تو حضرت مسیح سے یہ ملاقات اس وقت ہوئی جب اُن کی عمر کے اسی سال گزر چکے تھے۔"

(Jesus in Rome)

مہاشہ لکھشمن کا ترجمہ :-

بھوشیہ پُران کے اس اقتباس کا ہندی ترجمہ مہاشہ لکھشمن نے اپنے رسالہ "بھوشیہ پُران کی الوچنا" میں بایں الفاظ کیا ہے :-

"ایک بار شک دیش کا راجہ شالیواہن ہمالہ کی چوٹی پر گیا تو اُس طاقتور راجہ نے ہُون دیش کے بیچ میں ایک پہاڑ پر بیٹھے ہوئے ایک گورے رنگ والے سفید کپڑے پہنے ہوئے انسان کو دیکھا۔ راجہ نے اس سے پوچھا آپ کون ہیں؟ وہ خوش ہو کر بولا میں کنواری کے گربھ (بطن) سے پیدا ہُوا خدا کا بیٹا ہوں۔ میں ملیچھ (غیر ویدک) دھرم کا اپدیشک (مبلغ) ست برت (سچائی) کا دھارن کرنے والا ہوں۔ یہ سُن کر راجہ نے کہا۔ آپ کون سے دھرم کو مانتے ہیں؟ وہ بولا۔ مہاراج! ملیچھ دیش (باہر کے ملک) میں ست کے ناش ہونے اور مریادہ (اصولِ شریعت) کے ٹوٹ جانے سے میں "مسیح" روپ میں پرگٹ (ظاہر) ہوا ہوں ملیچھوں کے بیچ میں ایشا مسی بھینکر (غضبناک صورت میں) پرگٹ (ظاہر) ہوئی۔ میں اس کو ملیچھوں سے پراپت (حاصل) کر کے مسیح بھاؤ (مسیحی صفت) کو پراپت ہو گیا۔ میں نے ملیچھوں میں جو دھرم ستھاپن کیا ہے اسے آپ سُنیئے۔ دیہہ میں رہنے والے نیک و بد وچار روپی مل (ناپاکی) سے یُکت (ملوث) مَن کو نرمل (صاف) کر کے ادھک نرمل ویدک جَپ (پاک ویدک ورد) کو گرہن (اختیار) کر کے اس کا جَپ کرے۔ اور (خود کو) انسان بنا لے۔ اور ستیہ بانی

(سچے کلام) کی پوجا کرے۔ پربھو ساکھشات اُچل (قیوم) ہے اور سُوریہ (سورج) ہمیشہ چلائمان ہے۔ پربھو چلائمان تتوؤں (ذرّوں) کا چاروں طرف آکرشن کرنے والا ہے۔ ہے راجن! اس کرم سے مسیحا ناش کو پراپت ہو گئی۔ نِت شدھ تتھا کلیان کاری ایشی (خدا) کی مورتی ہردے (دل) میں پراپت ہونے کے کارن میرا عیسیٰ مسیح۔ یہ نام مشہور ہے۔" (بھوشیہ پُران پرتی سرگ پرب کھنڈ ۳ ادھیائے ۲۔ شلوک ۲۱-۳۱)

چودھری عبدالواحد صاحب ودیارتھی کا ترجمہ:۔

سلسلہ کے ممتاز عالم سنسکرت محترم چودھری عبدالواحد صاحب ودیارتھی نے میری درخواست پر اس کا اُردو ترجمہ کیا ہے جو درج ذیل ہے:۔

"ایک بار شک دیش کا راجہ ہمالہ کی چوٹی پر گیا۔ ہُون دیش کے بیچ میں پہاڑ پر بیٹھے ہوئے ایک نیک شخص کو بلوان راجہ نے گورے رنگ والا سفید لباس میں دیکھا۔ آپ کون ہیں؟ یہ اُس نے اُس کو کہا۔ وہ خوش ہو کر بولا میں ایش پُتر (ایشور کا بیٹا) کنواری کے گربھ سے پیدا ہوا ہوں۔ میں ملیچھ دھرم کا اُپدیشک ہوں اور ستیہ ورت دھارن کئے ہوئے ہوں۔ یہ سن کر راجہ نے کہا آپ کا دھرم کیا ہے؟

یہ سن کر وہ بولا۔ مہاراج! ستیہ کے ناش ہو جانے، حدود کے ٹوٹ جانے سے میں مسیح ہو کر ملیچھ دیش میں آیا ہوں۔ ملیچھوں کے بیچ ایہامسی (؟) خطرناک طور پر پھوٹ پڑی۔ میں اس کو ملیچھوں سے پراپت کر کے مسیحیت کو پانے والا ہو گیا۔ ہے راجہ بھوپتے! ملیچھوں میں میں نے جو دھرم قائم کیا وہ سنو۔ دیہہ میں رہنے والے من کو نیک و بد کے میل سے پاک کر کے بہت نرمل نیگم کو گرہن کر کے اس کا جاپ کرے انصاف سے ستیہ بانی کو مرکوز کر کے نسان بنائے۔ دھیان سے سُوریہ منڈل میں جو ایش قائم ہے اس کی پوجا کرے۔ وہ پربھو اچل ہے۔ سُوریہ ہمیشہ چلائمان ہے تتوؤں کو غیر متحرک اشیاء کو چاروں طرف سے کھینچنے والا ہے۔ ہے راجہ! اس فعل سے مسیحا چلا گیا۔ سدا پاکیزہ فائدہ [illegible] مورتی دل میں [illegible] کی وجہ سے [illegible] میں مشہور ہوا۔"

بھوشیہ پُران کی مختصر تاریخ

مسٹر پرگیٹر نے ایک مفید کتاب [illegible] لکھی ہے۔ انہوں نے ثابت کیا ہے کہ بھوشیہ پُران [illegible] قدیم ترین [illegible] بعض دوسرے پرانوں کے تاریخی [illegible] حقیقی ماخذ تھا۔ بعد ازاں بھوشیہ پران کا تاریخی [illegible]

دوسرے پُرانوں میں شامل کر دیا گیا۔

مسٹر پرگیٹر کی رائے ہے کہ تاریخی مواد کی سنسکرت میں ترتیب، آندھر خاندان کے بادشاہ یجنسری کے عہد یعنی دوسری صدی عیسوی میں شروع ہوئی اور یہ ترتیب سنہ ۲۶۰ء میں بھوش پُران میں داخل کر کے اس پر اور اضافہ کر دیا گیا۔

سنہ ۳۱۵-۳۲۰ء کے درمیان بھوش پُران پر نظر ثانی ہوئی اور اس کا مواد وایو پُران کے نسخے میں شامل کر دیا گیا۔ پھر سنہ ۳۲۰-۳۲۵ء کے درمیان اس پر مکرر نظر ثانی ہوئی اور یہ مواد وایو کے دوسرے نسخے اور برہمانڈ میں داخل ہوُا اور اُس وقت سے پُرانوں میں بھوشیہ کی تاریخی روایتیں محفوظ ہو گئیں۔ متسیا پُران سے معلوم ہوتا ہے کہ بھوشیہ پُران کی فہرستیں کس قدر قدیم صورت میں محفوظ ہیں جن کی تاریخ شاید تیسری صدی عیسوی کا آخری حصّہ ہو۔

مسٹر پرگیٹر کی کتاب THE DYNESTIES OF THE KALI AGE چھتیس [۳۶] مختلف نسخوں کے مطالعے پر مبنی ہے۔ بھوش پُران اپنی موجودہ شکل میں گُپتا عہد یعنی پانچویں صدی میں دوبارہ ترتیب دیا گیا۔ پھر دسویں صدی میں اسلامی دور کے بعض واقعات کا اس میں اضافہ ہوُا۔ آخری اضافہ سنہ ۱۹۰۹ء میں بمبئی میں اس کی اشاعت کے دوران ہوُا۔ اس میں انگریزوں کے عہد کے بعض واقعات کا ذکر ہے۔ مقصد یہ تھا کہ بھوش پُران جو کئی صدیوں کے عرصہ میں لکھا گیا ہے اسے up to date کر دیا جائے۔

اِس تاریخی پس منظر کے پیشِ نظر اگر حضرت مسیح علیہ السلام کی آمدِ ہندوستان والے بیان کا تجزیہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیان بھوش پران کی پہلی ترتیب کے وقت یعنی دوسری صدی میں شاملِ متن ہوُا۔ اس میں ساکا قوم کے حملوں اور شالیواہن کی طرف سے مدافعت کا ذکر ہے۔ یہ قرنِ اوّل کے آخری رُبع کے واقعات ہیں۔ ساکا راجہ کے کشمیر پر تسلّط کا ذکر ہے۔ کنشک نے اسی دَور میں کشمیر اور کاشغر کو فتح کر کے اپنی سلطنت کا جُزو بنا لیا تھا۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی ہمالہ دیش میں تشریف آوری کا ذکر ہے۔ آپ کو ساکا راجہ نے جاگیر عطا کی اور سرزمینِ ہمالہ میں پُورے طور پر بسا دیا۔ یہ سب باتیں قرنِ اوّل کے آخری رُبع سے تعلق رکھتی ہیں۔ حضرت مسیح کا نام "ایسا" (Isa) بھی قرونِ اولیٰ کے مشرقی عیسائیوں میں مروّج تھا۔ الغرض زمانہ کے لحاظ سے دوسری صدی میں اِس روایت کا بھوش پُران میں اضافہ ہوُا۔ اس زمانے میں خروشتھی رسم الخط تھا۔ گُپتا عہد میں سنسکرت کا احیاء ہوُا جب پُرانوں کو آخری شکل دی گئی اور اُنہیں سنسکرت رسم الخط میں ڈھالا گیا تو اس روایت کو نئے رنگ میں پیش کیا گیا۔ کنشک کی جگہ ہندو راجہ شالیواہن کا نام آ گیا۔ اب کشمیر و کاشغر پر ہُنوں کا قبضہ تھا۔ اس لئے "ہُون دیش" اور "ملیچھوں کی بے رحم سرزمین" جیسی جغرافیائی اصطلاحوں کا اضافہ ہوُا۔ حضرت مسیح کے نام Isa کی سنسکرت توجیہہ اسی دَور میں کی گئی۔ دسویں صدی میں جب اسلامی دور کے واقعات داخل کئے گئے تو حضرت مسیح کے ذکر

کے بعد راجہ بھوج کا مکاشفہ درج ہوگیا۔

ہُون دیش :-

پانچویں اور چھٹی صدی عیسوی کے دَوران ہُن اور دوسری متعلقہ وحشی اقوام کے حملہ نے ہندوؤں کی معاشرت کو جڑ سے ہلا دیا۔

پُرانوں کا بڑا حصہ گُپتا عہد میں ترتیب دیا گیا۔ اِسی عہد میں ہُنوں نے شمال مغربی ہندوستان پر حملہ کیا وہ یلائے سے بے دریاں بن کر ٹوٹ پڑے۔ گُپتا سلطنت اس ریلے میں بہہ گئی اور پانچویں صدی کے وسط میں ہُنوں نے شمال مغربی ہند پر قبضہ کرلیا ساکالا (سیالکوٹ) ان کا دارالخلافہ بنا۔ جلد ہی ایک متحدہ بغاوت ہوئی اور ہُنوں کو کشمیر میں دھکیل دیا گیا۔ اب ہُنوں نے اس خطۂ جنّت نظیر کو ظلم وستم کا نشانہ بنانا شروع کردیا۔

بھوش پُران کے بیان پر غور کریں تو ظاہر ہے کہ ہُنوں کے دَور میں یہ ضبطِ تحریر میں لایا گیا۔ مضبوط قرینہ یہ ہے کہ ہمالہ کی چوٹیوں پر "ہُون دیش" کا ذکر ہے۔ پھر اُسے ملیچھوں کی بے رحم زمین" کا نام دیا گیا[1] ہندو راجاؤں نے ہُنوں کو کشمیر میں سمٹنے پر مجبور کردیا تھا۔

[1] بارھویں صدی کی تاریخ کشمیر راج ترنگنی میں لکھا ہے :-

"جب سرزمینِ (ہند) ملیچھ سواروں نے اپنے قدموں تلے روند ڈالی تو اسی عہد میں کشمیر پر مہرگُل قابض ہوگیا۔ ظالمانہ افعال کی وجہ سے وہ گویا قہر وتباہی کا دیوتا تھا۔"

(ترنگ اوّل صہ ۲۸۹)

ہُنوں کے دَور میں ہمالائی ریاستوں میں ہُون دیش منصۂ شہود پر آچکا تھا۔ ہون دیش کشمیر تھا جہاں مہرگُل قابض تھا۔

قرائن بتاتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہمالیہ دیش میں آنے اور یہاں بسنے کا ذکر دوسری صدی کے اضافات میں شامل تھا۔ گُپتا عہد میں سنسکرت آمیز کی ہوئی اور یہ رنگ دیا گیا اور اسے مخصوص انداز میں دوبارہ لکھا گیا۔ اس دَور میں چونکہ کشمیر پر ہُن قابض تھے اسلئے ہون دیش میں آپ کے بسنے کا ذکر ہے۔

ساکا راجہ :-

قرنِ اوّل کے آخری رُبع میں کشمیر پر کُشان قابض تھے۔ کنشک[1] جس کا عہد ۱۰۳-۷۸ عیسوی ہے۔ کشمیر، کاشغر، ختن کو اپنی سلطنت میں شامل کرچکا تھا کُشان ساکا قبائل سے تعلق رکھتے تھے۔ ساکا راجہ سے مراد غالباً کنشک ہے۔ وہ جب کشمیر پر قابض ہوا تو حضرت مسیحؑ سے ملا۔ انہیں جاگیر عطا کی اور اس سرزمین میں انہیں پُورے طور پر بسا دیا۔ ڈاکٹر کوسامبی کہتے ہیں کہ ساکا سے کُشان راجہ مراد ہے نہ کہ ہندو راجہ شالیواہن۔ گویا کنشک کی فتوحات کو ایک ہندو راجہ کے کارہائے نمایاں میں بدل دیا گیا۔ ساکا سمت کا آغاز ۷۸ عیسوی سے ہوتا ہے جو کہ کنشک کی تاجپوشی کا سال ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ اسی سمت کو بعد میں شالیواہن کی طرف منسوب کردیا گیا۔

[1] کنشک کے عہد کے متعلق اختلاف ہے۔ بیشتر علماء ۱۰۳-۷۸ پر متفق ہیں۔

خدا کا بیٹا۔

انجیل میں لکھا ہے کہ آدم خدا کا بیٹا ہے کیونکہ وہ قدرت مجردہ سے پیدا ہوا۔ (لوقا ۳/۳۸)

انجیل میں حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش کے متعلق بھی یہی وضاحت ہے کہ وہ قدرت مجردہ سے پیدا ہونے کے سبب سے خدا کا بیٹا کہلاتے تھے۔

(لوقا ۱/۳۵)

[illegible]

[illegible]

میری پیدائش ایک کنواری سے [illegible]

سے ہوئی [illegible]

جبرائیل :-

ا - ہندو غیر ویدک مذاہب کو ملیچھ کہتے تھے۔ صرف اپنے دیوتاؤں کے قائل تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جبرائیل کو "وحشیوں کی دیوی" کہا گیا۔ یہاں داسیو DASYU کا لفظ ہے۔ جس کے معنے وحشی یا غیر برہمن کے ہیں۔ رگ وید اور مہا بھارت میں جا بجا آریاؤں کو دیوتا اور قدیم باشندوں کو داسیو۔ اسُور اور راکشش ایسے حقارت آمیز القاب سے یاد کیا گیا ہے۔ اس تعصب سے قطع نظر ـــــ یہ حقیقت ہے کہ یہاں جبرائیل کا ذکر ہو رہا ہے جس کے نزول کے بعد حضرت عیسیٰ مقام مسیحیت پر فائز ہوئے

حضرت مسیح علیہ السلام کا عہد جبرائیل کی قہری تجلی کا دور تھا اسلئے غضبناک صورت میں تجلی کا ذکر ہے۔

۲ - احامسی دراصل ہامشیح ہے مشرقی عیسائی مانتے تھے کہ مسیح کی روح دنیا کے شروع میں تخلیق ہوئی۔ بالآخر جبرائیل کے نزول کے بعد یسوع کے پیکر میں سما گئی۔ گویا حضرت عیسیٰ "ہامشیح" کے مظہر تھے۔ (عبرانی میں ھا حرف تعریف ہے)

نجم سے کیا مراد ہے ؟ :-

ڈاکٹر کوسامبی کہتے ہیں کہ نیئے گم (نجم) سنسکرت لفظ نہیں ہے۔ اس سے مراد غالباً کتاب مقدس ہے۔ نجم دراصل ایک سامی لفظ ہے۔ عربی میں اس کا مادہ نجم ہے اور عبرانی میں نجن۔

عربی میں نجم کے معنے ہیں ستارہ جب وہ نکلا ہوا ہو۔ نیز اس پودے کو کہتے ہیں جس کا تنا نہ ہو اور وہ زمین پر پھیل جائے۔ ابن فارس نے کہا ہے کہ اس مادہ کے بنیادی معنی نکلنے اور ظاہر ہونے کے ہیں۔ النَّجْمَه کلمہ (لفظ اور بات) کو بھی کہتے ہیں۔ وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى میں قرآن حکیم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو "النجم" کہا گیا۔ قرآن حکیم کے آہستہ آہستہ بالاقساط نازل ہونے کو بھی النّجم کہا جاتا ہے۔ (تاج العروس) (النجم ۱)

عبرانی میں نجن سے نجینہ بن گیا جس کے معنی :-

ا - تار دار باجا

۲ - ایسے باجے کی آواز

۳ - ایسے باجے کے ساتھ گایا ہوا گیت۔

ظاہر ہے کہ نجم کے بنیادی معنے نکلنے اور ظاہر ہونے کے ہیں۔ قرنِ اوّل میں یونانی زبان میں انجیل کا نام لوگیا تھا یعنی کلمہ۔ اسی نسبت سے کلمۂ خدا کو انجیل یوحنا میں لوگوس کہا گیا۔ (یوحنا ۱/۱-۲)

النجم کے معنے کلمہ کے ہیں یا طلوع پذیر ستارہ کے۔ انجیل میں نبیوں کے کلام کو روشن چراغ کہا گیا (پطرس ۱۹/۱)

اگر عبرانی معنے مراد لیں تو نجمہ سے مراد آسمانی موسیقار کے گائے ہوئے گیت ہیں یا نبیوں کا کلام۔

سُوریہ منڈالا:۔

زیرِ نظر حوالہ میں ہے "دھیان سے سُوریہ منڈالا میں جو ایش (خدا) قائم ہے اس کی پُوجا کرے"

سُوریہ منڈالا کے معنے فلکِ آفتاب کے ہیں۔ پروفیسر کوسامبی کے نزدیک اس سے مراد قرصِ آفتاب ہے مقصد یہ ہے کہ قرصِ آفتاب میں اللہ تعالیٰ کا نور چمک رہا ہے۔ رابرٹ گریوز کہتے ہیں کہ اس میں ملاکی نبی کی اس بشارت کی طرف اشارہ ہے "آفتابِ صداقت طالع ہوگا اور اس کے پروں تلے شفاء ہوگی" (۲/۴) زکریا نے اس بشارت کو بایں الفاظ دُہرایا "ہم پر صبح کا سورج آسمان سے طلوع فرما ہوگا" (لوقا ۷۸/۱) انجیل میں یہ بشارت بایں الفاظ درج ہے:۔

"نبیوں کا کلام ایک چراغ ہے جو تاریک جگہ میں روشنی بخشتا ہے۔ جب تک پَو نہ پھٹے اور صبح کا ستارا تمہارے نفوس کو روشن کرنے کے لئے طلوع نہ ہو" (پطرس ۲ ۱۹/۱)

گویا نبیوں کا کلام نجم ہے۔ وہ آفتابِ صبح کے ظہور تک روشنی دیگا۔ اس کے بعد خاتم الانوار وہ ہے۔

بھوشِ پُران میں سُوریہ منڈالا سے مراد "اللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" ہے۔

ایشا:۔

اُپنشدوں میں خدا تعالیٰ کو ایسا، ایسانہ یا ایشور کہا گیا۔ ہندو علماء نے عیسیٰ نام کی سنسکرت آمیز توجیہ کی ہے۔ ایشا کے معنے ایشور کے ہیں۔ ان کے نزدیک عیسیٰ گویا اسانہ یعنی خدائی پیکر کا نام تھا۔

بلادِ شرقیہ کے عیسائی یسوع کو اِسوع، اِسو، اسا کہتے تھے سنسکرت علماء نے اسے اِسا بمعنی خدا کے مشتق سمجھا۔

راج ترنگنی میں قرنِ اوّل کے ایک ریفارمر کا نام ایشان دیو ہے جو کہ اہلِ کشمیر کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوا۔ ایشان دیو سے عیسیٰ مراد ہیں؟ یہ امر بھی قابلِ غور ہے۔

ملیچھوں کی سرزمین:۔

ساکا قوم کے بادشاہ نے حضرت مسیح کو "ملیچھوں کی سرزمین" میں جاگیر عطا کی۔ اس طرح ان کے قدم وہاں مستحکم ہوگئے۔ مَیں بتا چکا ہوں کہ ہُنوں کے دَور میں کشمیر ملیچھوں کی بے رحم سرزمین بن چکی تھی کشمیر میں حضرت مسیح علیہ السلام کو پورے طور پر بسا دیا گیا تھا۔ سرینگر محلہ خانیار میں "عیسیٰ نبی" یا یوز آسف کا مقبرہ اس تحقیق کی تائید میں ایک روشن شہادت ہے۔

حضرت مسیح علیہ السّلام کا مشن

فرمایا۔ میرا مشن تزکیۂ قلوب، کتابِ تقدیس (نجم) کی دعاؤں کی طرف دعوت اور سراجاً منیراً کے نور سے دنیا کو منوّر کرنا ہے۔ اب اسی نور میں بس کر خدا مل سکتا ہے۔

حضرت شیخ کا یہ مشن بھوشیہ پُران کے مکالمے سے مترشح ہوتا ہے۔ اس مکالمہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت راجہ بھوج کے مکاشفہ کی صورت میں درج ہے۔ اس مشن اور بشارت میں گہرا تعلق ہے۔

راجہ بھوج کون تھا؟

ریاست مالوہ کا راجہ بھوج سنسکرت کا زبردست عالم اور علم و ادب کا سرپرست تھا۔ اس نے علم ہیئت، فنِ تعمیر اور فنِ شاعری پر کئی کتابیں لکھیں۔ وہ غیر معمولی قابلیت کا مالک اور دل و دماغ کی بہترین صلاحیتوں سے مالا مال تھا۔ ۱۰۶۰ء میں چیدی اور گجرات کی ایک مشترکہ فوج نے مالوہ پر حملہ کر دیا۔ بھوج کو شکست ہوئی اور وہ مارا گیا۔ اس کے بعد مالوہ گوشۂ گمنامی میں چلا گیا۔ ۱۴۰۱ء میں مالوہ اسلامی ریاست بن گیا۔

بھوشیہ پُران سے معلوم ہوتا ہے کہ راجہ بھوج کو کشف میں بتلایا گیا کہ اب مسلمانوں کا غلبہ ہو جائیگا۔ اس کشف میں اوّل تو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا ذکر ہے پھر مسلمانوں کی فتوحات اور آریہ دھرم کی شکست کا بیان۔

محامد کی زیارت کا کشفی بیان پہلے درج ہو چکا ہے اب اسلامی فتوحات کا ذکر ملاحظہ ہو۔

"رات کے وقت ایک فرشتہ کی صورت میں محامد ظاہر ہوا۔ راجہ بھوج سے بولا۔
اے راجہ تیرا آریہ دھرم۔ تمام مذاہب پر فائق کیا گیا ہے مگر ایشور کے حکم سے میں گوشت خوروں کے مضبوط مذہب کو جاری کروں گا۔
میرا پیرو، ختنہ کیا ہوا، بغیر چوٹی کے داڑھی والا، اونچی آواز سے بولنے (اذان دینے) والا سؤر کے سوا اور سب مویشی کھانے والا ہوگا۔"

(پرتی سرگ پروم۔ کھنڈ ۳۔ ادھیائے ۳ شلوک ۲۲-۲۶)

کشف میں محامد کو دیکھنے سے مراد جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں وہاں پیرو خاص سے مراد محمد بن قاسم ہو سکتے ہیں۔ محمد بن قاسم نے محامد کے پیغام سے ہندوؤں کو روشناس کیا۔

کلام الامام

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہؑ اپنے ایک مضمون میں جو ستمبر ۱۹۰۳ء کے ریویو آف ریلیجنز (اُردو) میں شائع ہوا فرماتے ہیں:-

"سرینگر میں جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے ایسے پُرانے نوشتے اور تاریخی کتابیں پائی گئی ہیں جن میں لکھا ہے کہ یہ نبی جس کا نام یوز آسف ہے اور اسے عیسیٰ نبی بھی کہتے ہیں اور شہزادہ نبی کے نام سے بھی موسوم کرتے ہیں۔ یہ بنی اسرائیل کے نبیوں میں سے ایک نبی ہے جو اس پُرانے زمانے میں کشمیر آیا تھا جس کو ان کتابوں کی تالیف کے وقت قریباً سولہ سَو برس گزر گئے تھے یعنی اس موجودہ زمانہ تک انیس سو برس گزرا ہے اور اس قسم کی تحریریں کشمیر کے باشندوں کے پاس کچھ تھوڑی نہیں بلکہ بہت سی کتابیں پائی جاتی ہیں اور میں نے سُنا ہے کہ اس جگہ کے ہندوؤں کے پاس بھی اپنی زبان میں ایک کتاب ہے جس میں اس شہزادہ نبی کا ذکر ہے۔"

(ریویو آف ریلیجنز جلد ۲ نمبر ۹ صفحہ ۳۳۹)

ایک دواخانہ

جسے

خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے ۱۹۱۱ء میں اپنے مبارک ہاتھوں سے اپنے شاگردوں کے لئے جاری فرمایا۔

اس دواخانہ کی ایک کڑی

حکیم نظام جان اینڈ سنز

کی شکل میں ساٹھ برس سے خدمتِ انسانیت میں بہتر سے بہتر طور پر مصروفِ عمل ہے اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے شاگرد والد مکرم حکیم نظام جان صاحب اس دواخانہ کی سرپرستی فرماتے رہے ہیں ۔۔۔!

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنی دکھی مخلوق کی بہترین خدمت کی توفیق بخشے۔

میسرز حکیم نظام جان اینڈ سنز گوجرانوالہ و ربوہ

ہر قسم کا سامان سائنس

واجبی نرخوں پر خریدنے کے لئے

الائیڈ سائنٹیفک سٹور

گنپت روڈ لاہور

کو

یاد رکھیں

اسلام کی روز افزوں ترقی کا آئینہ دار

ماہنامہ **تحریک جدید** ربوہ

آپ خود بھی یہ ماہنامہ پڑھیں

اور

غیر از جماعت دوستوں کو پڑھائیں

چندہ سالانہ صرف دو روپے

(مینجنگ ایڈیٹر)

الفردوس

انارکلی میں

لیڈیز کپڑے کے لیئے

آپ کی اپنی

دکان ہے

الفردوس

۸۵- انارکلی لاہور

مفید اور مؤثر دوائیں

نورکاجل

ربوہ کا مشہور عالم تحفہ

آنکھوں کی صحت اور خوبصورتی کے لئے نہایت مفید
خارش، پانی بہنا، ہمنی، ناخنہ، ضعفِ بصارت
وغیرہ امراضِ چشم کے لئے نہایت ہی مفید ہے۔ عرصہ ساٹھ
سال سے استعمال میں ہے۔

خشک وتر قیمت فی شیشی سوا روپیہ

تریاقِ اٹھرا

اٹھرا کے علاج کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ
کی بہترین تجویز جو نہایت عمدہ اور اعلیٰ اجزاء کے ساتھ
پیش کی جا رہی ہے۔

اٹھرا بچوں کا مُردہ پیدا ہونا، پیدا ہونے کے بعد
جلد فوت ہو جانا یا چھوٹی عمر میں فوت ہو جانا یا لاغر ہونا،
اِن تمام امراض کا بہترین علاج ہے۔

قیمت پندرہ روپے

خورشید یونانی دواخانہ رجسٹرڈ

گولبازار ربوہ - فون نمبر ۵۳۸

(طابع و ناشر:- ابو العطاء جالندھری ۔ مطبع :- ضیاء الاسلام پریس ربوہ ۔ مقامِ اشاعت :- دفتر ماہنامہ الفرقان ربوہ)

بھوش پران میں حضرت مسیح علیہ السلام کی آمد ہندوستان کا ذکر

भ०पु० न्तिके ॥ १० ॥ अष्टादशैवराष्ट्राणितेषांमध्येवभूविरे ॥ इंद्रप्रस्थंचपांचालंकुरुक्षेत्रंचकापिलम् ॥ ११ ॥ अन्तर्वेदींव्रजंचैवाजमेरंमरुध प्र०प०३
न्वच ॥ गौर्जरंचमहाराष्ट्रंद्राविडंचकलिंगकम् ॥ १२ ॥ आवंत्यंचोडुपंवंगंगौडंमागधमेवच ॥ कौशल्यंचतथाज्ञेयंतेषांराजापृ अ०२
। ३९ ॥ थक्पृथक् ॥ १३ ॥ नानाभाषाःस्थितास्तत्रबहुधर्मप्रवर्तकाः ॥ एवमब्दशतंजातंतत्रस्तेवैशकादयः ॥ १४ ॥ श्रुत्वाधर्मविना
शंचबहुवृंदैःसमन्विताः ॥ केचित्तीर्त्वासिंधुनदीमार्य्यदेशेसमागताः ॥ १५ ॥ हिमपर्वतमार्गेणसिंधुमार्गेणचागमन् ॥ जित्वार्य्यांलुंठ
यित्वातान्स्वदेशंपुनरायगुः ॥ १६ ॥ गृहीत्वायोषितस्तेषांपरंहर्षमुपाययुः ॥ एतस्मिन्नन्तरेतत्रशालिवाहनभूपतिः ॥ १७ ॥ विक्रमादि
त्यपौत्रश्चपितृराज्यंगृहीतवान् ॥ जित्वाशकान्दुराधर्षांश्चीनतैत्तिरिदेशजान् ॥ १८ ॥ बाह्लीकान्कामरूपांश्चरोमजान्खुरजाञ्छठान् ॥
तेषांकोशान्गृहीत्वाचदंडयोग्यानकारयत् ॥ १९ ॥ स्थापितातेनमर्यादाम्लेच्छार्याणांपृथक्पृथक् ॥ सिंधुस्थानमितिज्ञेयंराष्ट्रमार्य्य
स्यचोत्तमम् ॥ २० ॥ म्लेच्छस्थानंपरंसिन्धोःकृतंतेनमहात्मना ॥ एकदातुशकाधीशोहिमतुंगंसमाययौ ॥ २१ ॥ हूणदेशस्यमध्येवै
गिरिस्थंपुरुषंशुभम् ॥ ददर्शबलवान्राजागौरांगंश्वेतवस्त्रकम् ॥ २२ ॥ कोभवानितितंप्राहसहोवाचमुदान्वितः ॥ ईशपुत्रंचमांविद्धिकुमा
रीगर्भसंभवम् ॥ २३ ॥ म्लेच्छधर्मस्यवक्तारंसत्यव्रतपरायणम् ॥ इतिश्रुत्वानृपःप्राहधर्मःकोभवतोमतः ॥ २४ ॥ श्रुत्वोवाचमहाराज
प्राप्तेसत्यस्यसंक्षये ॥ निर्मर्यादेम्लेच्छदेशेमसीहोऽहंसमागतः ॥ २५ ॥ ईहामसीचदस्यूनांप्रादुर्भूताभयंकरी ॥ तामहंम्लेच्छतःप्राप्य
मसीहत्वमुपागतः ॥ २६ ॥ म्लेच्छेषुस्थापितोधर्मोमयातच्छृणुभूपते ॥ मानसंनिर्मलंकृत्वामलंदेहेशुभाशुभम् ॥ २७ ॥ नैगमंजापमास्थाय
जपेतनिर्मलंपरम् ॥ न्यायेनसत्यवचसामनसैक्येनमानवः ॥ २८ ॥ ध्यानेनपूजयेदीशंसूर्यमंडलसंस्थितम् ॥ अचलोऽयंप्रभुःसाक्षात्तथासूर्योऽचलः ॥ ३९ ॥
सदा ॥ २९ ॥ तत्त्वानांचलभूतानांकर्षणःससमंततः ॥ इतिकृत्येनभूपालमसीहाविलयंगता ॥ ३० ॥ ईशमूर्तिर्हृदिप्राप्तानित्यशुद्धाशिवंकरी ॥
ईशामसीहइतिचममनामप्रतिष्ठितम् ॥ ३१ ॥ इतिश्रुत्वासभूपालोनत्वातंम्लेच्छपूजकम् ॥ स्थापयामासतंतत्रम्लेच्छस्थानेहिदारुणे ॥ ३२ ॥

Once, the chief of the Sakas (Salivahana himself, their conqueror?) went to a height of the Himalayas. There, in the land of the Huns (i.e. the Kushans) he, the powerful king, saw an auspicious man, fair in colour and clad in white garments.

'Who are you?' he asked.

The other replied: 'Know me to be the son of God, born from a virgin's womb, preacher of the religion of the infidels (Mleccha), steadfast in following the truth.'

On hearing this, the King asked: 'What are your religious principles?'

The other replied: 'Great King, when Truth had come to an end all morals had been lost among the infidels, I, the MASIHA arose. The goddess of the savages (DASYU), namely IHAMASI (the Goddess Masi) manifested herself in terrifying guise; and I, having reached her in the infidel fashion, attained the status of MASIHA. O King, listen to that religion (of hers) which I imposed upon the infidel: "Having cleansed the kind and purified the impure body, and had recourse to the prayer of the NAIGAMA (Holy Book), man must worship the pure Eternal. By justice, truth, unity of mind and meditation, man must worship Isa (God) in the sun's Heaven (SURYAMANDALA, which could also mean "the sun's disk"). That Lord, himself as immovable (from his course) as the Sun, always at last attracts the essence of all erring creatures. "With this (message) O King, Masiha (Ihamasi?) vanished; and the blissful image of Isa, the bliss-giving, being ever in my heart, my name has been established as "Isa-Masiha",

Having heard these words, the King removed that infidel priest and established him in the pitiless land of the Infidels.

The nucleus of the story is the legend that the 'infidel Priest' called himself 'Isa-masih'-clearly 'Jesu the Messiah' on which an attempt at a Sanscrit etymology has been embroidered but the Goddess Masi is a fiction, unknown elsewhere. The word NAIGAMA cannot be taken as referring to Hindu Scriptures and perhaps means 'the Bible'. King Salivahana is traditionally credited with having inaugurated the present Hindu era, which begins in A.D. 78, but here he is said to have defeated the Romans and the Chinese successes which might be claimed for a Kushan ruler, but not for any King of India proper.

If St. Thomas, whose tomb is shown at Mylapore (Madras), also in Malabar and (perhaps) in Ceylon, made peregrinations to these regions, his Teacher may well have travelled to; but to accept A.D. 78 as Salivahana's date would make Jesus over eighty years old at the supposed meeting.

JESUS IN ROME

By Robert Graves and Joshua Podro

Published by Cassell & Company Ltd. London.

Chapter The Tomb of Jesus.

Pages 76, 77, 78, and 79.

شیزان
گھر بھر کی خوشی
اور صحت کا
ضامن ہے
Shezan
Peach Jam
HOT KETCHUP
Plum Jam
شیزان
انٹرنیشنل لمیٹڈ
بند روڈ۔ لاہور

February 1973 **Regd. No, L5708**

Monthly **AL-FURQAN** Rabwah

جناب السید منیر الحصنی المحترم کی واپسی

مورخہ ۸ جنوری ۱۹۷۳ء کو ربوہ سے دمشق واپس ہونے سے پہلے خاکسار
ابو العطاء نے اخویم محترم منیر الحصنی کے اعزاز میں ناشتہ کی دعوت دی
ذیل کا فوٹو اس موقع پر بیت العطاء کے پاس لیا گیا تھا

دائیں جانب سے: مولانا حافظ بشیر الدین عبید اللہ ۔ مولوی منصور احمد شاہد
السید ابو الفرج دمشقی ۔ ابو العطاء ۔ السید منیر الحصنی ۔
پروفیسر رفیق احمد ثاقب ۔ چوہدری افتخار احمد ایاز ۔
مولوی عطاء الکریم شاہد

Nusrat Art Press Rabwah